بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

(القرآن حکیم)

شوال ۱۳۷۷ھ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۳۵ — اپریل ۱۹۵۸ء

ماہنامہ معارف اسلام

نگرانِ اعلیٰ

(اعزازی)

علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی

ناشر

ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

چندہ سالانہ [illegible] — لاہور — قیمت فی پرچہ ۸/

فہرست کتب ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

مندرجہ ذیل کتابیں خود پڑھیں اور خرید کر دوسروں کو پڑھائیں تمام آمد فی اشاعت مذہب پر صرف ہوتی ہے

تحفۂ تفسیر با آرائے مجلد	[illegible]	نہج البلاغہ ہر سہ حصہ	[illegible]	ظفر المبین ۴ر حقیقت التقیہ	۲ر
" غیر مجلد	[illegible]	(مترجم علامہ مفتی جعفر حسین صاحب)		عملیہ عزا (علامہ مرزا احمد علی)	۲ر
مذہب اور سائنس	۱۰ر	سیپارہ اول (علامہ علی نقی صاحب)	۱۲ر	حضرت یوشع بن نون	۴ر
حکومت ربانی	۸ر	فلسفہ اسلام (آغا محمد سلطان مرزا)	[illegible]	انوار حکمت	۵ر
محرم و آداب عزا	۸ر	اسلامی سیاسیات کا ابتدائی مطالعہ	[illegible]	رموز حکمت ۳ر منظر اتحاد	۴ر
نوائے اقبال (در مدح اہلبیت)	۸ر	قرآن اور جغرافیائی مسائل	۸ر	امراء القیس کی لڑکیاں (اصلاح کھجوا)	[illegible]
موازنہ حق و باطل	۶ر	فتح القدیر قدیمے الابلیس تحریریہ	۸ر	سوانح حضرت ابوبکرؓ	[illegible]
دلیل عزا ۲ر، قوانین شرعیہ	۵ر	تاریخ اصلاح	۱۰ر	سوانح حضرت عمرؓ	[illegible]
تعلیم کی ناکامی اور اس کا علاج	۳ر	دلیل العرفان	[illegible]	آل نبی ماخذ بدا (اصلاح کھجوا)	[illegible]
رپٹ رشید (انگریزی)	۴ر	سیرۃ الاولین تاریخ بنو امیہ	۱۰ر	رسالہ تقیہ (اصلاح کھجوا)	[illegible]
اقتصادی مشکلات کا حل	۴ر	معلم اسلام (علامہ کاظمی)	۳ر	ترجمہ احقاق الحق جلد چہارم	[illegible]
مہدی موعود	۴ر	اعمال واجبیہ (" ")	۳ر	انتصار در حرمت اوبار (اصلاح کھجوا)	[illegible]
عصمت انبیاء	۴ر	دلیل الزائرین	۲ر	اصل اصول شیعہ (آل کاشف الغطاء)	[illegible]
ذکر بہار ۲ر اسوہ صوفیا	۲ر	جلباب	[illegible]	اسلام و مسلمانوں کی تاریخ حصہ اول (عہد نبوی)	[illegible]
آل محمد ۲ر ضرورت اتحاد	۲ر	مقتل الحسین عقبہ بن سمعان			
رحمۃ العالمین اسلام اور تعلیم	۳ر	(علامہ کامونپوری)	۸ر	اسلامی معاشرہ (تعلیمات اہلبیت)	
شہید وحدانیت	۲ر	مقدمہ تبرا (کراری الہ آباد)	۹ر	مجلد [illegible] بغیر جلد	[illegible]
حدیقہ غم دوم عاشورہ کی		تصویر درد	۴ر	اسلامی عقائد و تعلیمات اہل بیت	[illegible]
تاریخ منظوم	[illegible]	استیصال البدعۃ	۳ر	(خرچ ڈاک بذمہ خریدار ہوگا)	

ترسیل زر بنام :- مدیر اعزازی ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ڈبی بازار لاہور

خط و کتابت بنام :- مہتمم دفتر ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) 9/B فتح مینشن شاہ عالمی گیٹ لاہور

"راستی و درستی بہترین سیاست است"

ماہنامہ

معارفِ اسلام لاہور

مدیر اعزازی:- غیاث الدین

جلد ۴	ماہ شوال ۱۳۷۷ھ مطابق اپریل ۱۹۵۸ء	شمارہ ۱

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتنی ہا

فرقہ وارانہ کھچاؤ یا الیکشن اسٹنٹ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان نہ سنی ریاست ہے نہ شیعہ۔ بلکہ اس کی قانونی حیثیت "جمہوریہ اسلامیہ" ہے اور قرار داد مقاصد کے تقاضوں کے ماتحت اس میں تمام باشندگان پاکستان کی شرکت ہے۔ یہ بلا لحاظ فرقہ ہر مسلمان کی ملک ہے۔ قانوناً اس میں ہر فرقہ کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ مذہبی امور کی انجام دہی میں کسی فرقہ کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ ملک کی یکجہتی اور ترقی و سربلندی کا یہی بنیادی اصول ہے۔ ایسے اعلیٰ اصولوں کی موجودگی میں اگر ملک میں فرقہ وارانہ تنازعات کے مظاہرے دیکھنے میں آئیں تو یہ سوائے چند خود غرض اور تخریب پسند عناصر کی کارروائیوں کے اور کچھ نہیں۔ جو محض ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول کیلئے ملک کی پُر امن فضا کو فرقہ وارانہ ہوا و کشیدگی سے مسموم کرنے کے درپے ہیں۔ ہر دانشمند مسلم کو اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہئے ورنہ آپ کی اسلام یا مسلمانوں سے ہمدردی مشکوک ہو جائیگی اور آپ اپنے مخصوص نظریات کے زیر اثر تعصب کے تنگ دائرے میں مقید و محصور سمجھے جائینگے۔

جب سے حکومت عالیہ پاکستان نے آئندہ انتخابات کیلئے اعلان فرمایا ہے۔ ملک کی مختلف سیاسی جماعتوں نے لنگر لنگوٹے کسنے شروع کر دئے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مذہبی جماعتیں بھی میدان میں کود پڑی ہیں۔ اور بڑے بڑے مذہبی لیڈران کے منہ میں بھی پانی بھر آیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ منتخب حضرات کو نہ صرف اقتدار حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ مالی فائدے بھی بہت ہوتے ہیں۔ پھر اپنے مخصوص نظریات بھی دوسروں یا اقلیت کے سر تھوپنے کے لئے کھلے مواقع میسر آ جاتے ہیں۔ موجودہ حالات میں حد یہ ہے کہ "صالح قیادت" کے متمنی غیر صالح دوستان کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے قسم قسم کے حربے استعمال کر رہے ہیں۔ ہمیں اس جگہ اس سے بحث نہیں کہ صالح قیادت پہلے خود غیر صالحین کی محتاج کیوں؟ ہماری گذارش تو یہ ہے کہ آپ شوق سے اقتدار حاصل کرنے کیلئے تگ و دو کریں۔ مگر کم از کم مسلمانوں کو آپس میں تو نہ لڑائیں۔ پہلے تو بچارے

سیاسی لیڈر ہی بدنام تھے کہ وہ منتخب ہونے کیلئے قسم قسم کے STUNT (مخصوص کرتب) اختیار کرتے ہیں۔ مگر اب تو خیر سے مذہبی جماعتیں اور طبقہ علما بھی انتخابی مہم چلانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے جو بجائے مسلمانوں کو قرآن اور حدیث کا سبق دیتا ہے پھر مسلمانوں میں انتشار اور فرقہ دارانہ بے اتفاقی کیوں پیدا ہو۔ الیکشن ہمیشہ ہی سالہا سال سے برطانیہ کے عہد حکومت سے ہوتے چلے آتے ہیں کبھی مسلمانوں میں فرقہ دارانہ کشیدگی نہ ہوئی تھی مگر اب کیا ایسی بات ہوگئی ہے کہ باوجود مسلمانوں کی حکومت کے درسِ قرآن و حدیث دینے والوں کے ذریعے ہی سے فضا کو مسموم کیا جا رہا ہے۔ کیا اسلامی دیانت و اسلامی سچائی اسی کا نام ہے۔ یا "اسلام" انکے نزدیک محض ایک نعرہ ہی ہے۔ اور حقیقت صرف مادی سربلندی" ہے ۔

مدبرین ملک کا یہ قول ہے کہ ملک کی آئندہ پالیسی۔ اور ملک کا آئندہ استحکام و ترقی آئندہ انتخابات کے نتائج ہی پر منحصر ہے۔ اسلئے ہر ایک جماعت آئندہ اپنی پالیسی کو بروئے کار لانے کے لئے سرگرم عمل ہے۔ مذہبی فرقہ دارانہ جماعتیں اپنے مخصوص عقائد دوسروں کے سر تھوپنا چاہتی ہیں۔ اور کوشش کر رہی ہیں کہ کوئی ان کے مخالف فرقے کا پیرو منتخب نہ ہو سکے۔ اسی لئے جوں جوں انتخابات نزدیک تر ہو رہے ہیں ملکی فضا کو دوسرے فرقوں پر مختلف الزامات لگا لگا کر مسموم کیا جا رہا ہے۔ ان ہی سے ایک مسئلہ عزاداری امام حسین علیہ السلام بھی ہے یہ عزاداری کوئی نئی نہیں بلکہ صدیوں سے ہوتی چلی آ رہی ہے۔ اور تمام مسلمان شامل ہوتے اور دیکھتے چلے آتے ہیں۔ مظلوم سے ہر ایک کو ہمدردی ہے چہ جائیکہ نواسۂ رسول جس نے بقاء اسلام کیلئے انتہائی ظلم کو برداشت کیا ہو جب مسلمان صدیوں سے محرم کی مجالس اور جلوسوں میں شرکت کرتے رہے اور دیکھتے رہے ہیں۔ تو آج کیا دین بدل گیا ہے۔ نواسہ رسول کی برسی اور یاد منانے والوں میں سینکڑوں علماء و بزرگان و صوفیا کرام بھی تھے ذرا تدبر فرمائیے حقیقت یہ ہے کہ عزائے امام مظلوم سے اب بھی مسلمانوں کو عقیدت ہے اور جزو ایمان ہے۔ مگر برا ہو حُبِ اقتدار اور الیکشن میں کامیاب ہونے کی حرص کا کہ اس مسئلہ کو بھی آئندہ الیکشن کیلئے بطور اسٹنٹ تیار کیا جا رہا ہے۔ طبقۂ علماء نہ صرف عزاداری امام مظلوم ہی کو بہانہ فساد بنا رہا ہے بلکہ "سبِّ صحابہ" کا ناقابل فہم و عجوبہ الزام تراش کر بھی مملکت کے پُرامن شہروں میں تلوار چلانا چاہتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ صحابہ کرام کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں بستے ہیں اور اصحاب اخیار رسول مختار کی عظمت و بزرگی میں تو کسی بھی فرقہ اسلام کو انکار نہیں۔ پھر سب صحابہ کا الزام تھوپ کر کے کیوں مسلمانوں کو لڑایا جاتا ہے۔ البتہ یہ تو سنت معاویہ و بنی امیہ ہے جن کے عہد حکومت

یہی وجہ کم و بیش سو سال تک مملکت کی ہر مسجد کے منبر پر امیر المومنین حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر (معاذ اللہ۔ معاذ اللہ) سب و شتم کیا جاتا رہا۔ جو کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد میں ختم کیا گیا۔ شیعہ بالخصوص جو کہ شروع ہی سے بنی امیہ اور یزید و معاویہ کے مخالف رہے ہیں کیونکر اہل سنت اموی پر عمل کرنا گوارا کر بیٹھے۔ ورنہ تھا ایک ان کے مذہب میں بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح خلفاء کے خود ساختہ خلافتوں اور خیرات تک کو بھی کوئی دینی فعل جائز ہے۔

انہیں حالات مسلمانوں میں محض وہی ہمدرد اسلام و عاشق دین محمدی ہے جو ان مفکروں سے علیحدہ رہے۔ اور تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی سمجھے اس انتخابی اسٹنٹ میں فرقہ وارانہ کشیدگی سے کنارہ کش رہے۔ عقائد کے اختلاف سے ایک دوسرے کے دشمن جان نہ بن جائیے۔ ایک ایک خاندان میں بلکہ ایک ایک گھر میں کئی کئی عقائد کے افراد بستے ہیں۔ کیا ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو کر یا ایک دوسرے کو ختم کر کے مسلمانان پاکستان دوسری دنیا کو اپنے فعل کا مظاہرہ دکھائیں اور بالآخر خود ختم ہو جائیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دین کا مفہوم حکیم ملت کے نزدیک

معارف اسلام کا یہ شمارہ ۲۱ اپریل کو قارئین کی خدمت میں پہنچے گا۔ جبکہ وطن عزیز مملکت میں اور اس دنیا کے دیگر اسلامی و غیر اسلامی ممالک میں بھی حکیم مشرق علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی یاد میں یوم اقبال منایا جا رہا ہوگا۔ اقبال اور اس کے کلام کو مسلمانوں میں جو ہر دلعزیزی حاصل ہے وہ یوم اقبال سے اور اس ذخیرہ اَن گنت کتب سے ثابت ہے جو کہ اقبال، انکے فلسفہ، تخیلات، تصورات و تعلیمات کے سلسلہ میں شائع ہوئیں اور اس کے کلام کی شرح میں لکھی گئیں۔ بلا مبالغہ اقبال کی ایک ایک کتاب کے کئی کئی ایڈیشنوں میں لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکی ہے۔ یہی اس کی ہر دلعزیزی کی دلیل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اقبال معصوم نہ تھے۔ ان سے بھی بعض غلطیاں ہوئی ہیں اور اپنے ابتدائی کلام نظم و نثر میں بعض مقامات پر وہ چوک گئے۔ مگر ان کی محبت اسلام اور ان کے کلام کی روح سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بالخصوص ان کے آخری ایام کا کلام جبکہ دماغ تجربات و تحقیقات سے پختہ ہو چکا تھا جس میں مسلمانوں کے لئے شاہراہ ہدایت و نجات موجود ہے۔ اس اہم کلام کے بعض اجزا اس شمارہ میں سرپرست ادارہ نے "یادگار اقبال" کے عنوان سے پیش کئے ہیں۔ قارئین بغور مطالعہ فرما دیں۔

حکیم ملت کا تمام کلام از اول تا آخر پڑھ جائیے۔ دین کا مرکز۔ دین کی روح سوائے عشق کے آپ اور کچھ نہ پاسکیں گے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:۔

زندگی را شرع و آئین است عشق — اصل تہذیب است دین دین است عشق

دین گمرو دمحتہ بے آداب عشق — دین بگیر از صحبت ارباب عشق

ارباب عشق سے دین حاصل کرنے کی تلقین کرنے کے بعد مومن و مسلم کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

مومن از عشق است وعشق از مومن است — عشق را ناممکن ما ممکن است

نیز ارشاد فرمایا:۔ اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی

نہ ہو تو مرد مسلماں بھی کافر و زندیق

اندریں حالات دین یا ارباب دین یعنی عشق اور ارباب عشق کا تعارف ضروری ہے۔ اقبال نے صاف طور پر جناب حسنین علیہم السلام کے متعلق "مرکز پرکار عشق" اور "قافلہ سالار عشق" اور "آل امام عاشقاں" تسلیم کیا ہے۔ اور "عشق را سرمایۂ ایمان علیؑ" کہکر امیر المومنین علیہ السلام کا "روح عشق" ہونا ظاہر فرمایا ہے جس سے ہر مسلم کیلئے اقبال کی طرف سے درس موجود ہے غیر اہلبیت سے دین حاصل کرنا اقبال کے نزدیک غلط ہے۔ "دین بگیر از صحبت ارباب عشق" لہذا ہمارا تمام دستور العمل حیات ہماری فقہ اور ہمارا طریق عبادت وغیرہ اہلبیتؑ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ یہ مقدسین محمد عشق تھے خود دین تھے۔ بلکہ دین کیلئے سرمایہ تھے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو دین وعشق ان کے بغیر بموجب اقوال اقبال علیہ الرحمۃ تہی دست نظر آتے ہیں۔ اب تجسس کرنا قارئین کا کام ہے ؎

بے جرأت رندانہ ہر عشق ہے روباہی — بازو ہے قوی جس کا وہ عشق ید اللّٰہی (اقبال)

اجراء فقہ جعفریہ

ماہ شوال کی ۱۵ تاریخ یوم شہادت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہے۔ حضرت بعد از رسول مسلمانوں کے چھٹے امام ہیں۔ اور اسلام میں آپ کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں لہذا کیا اسلام میں اس عظیم دن کی یاد سوائے اسکے اور کسی صورت میں منانا زیادہ بہتر ہے کہ تمام مسلمان فقہ جعفریہ کی ترویج کر کے اپنے جملہ معاملات میں اس نعمت عظمیٰ سے فیضیاب ہوں! آئیں تھوڑی دیر کیلئے اس امر میں غور فرمائیں۔ تاکہ مسلمانوں کا بھلا ہو۔

آئینِ پاکستان کی دفعہ ۲۰۸ لاء کمیشن کے متعلق ہے جس کی رو سے صدر جمہوریہ کے مقرر کردہ لاء کمیشن کو پانچ سال کے اندر اندر حکومت سے ایسی سفارشات کرنا ہیں۔ جن کی رو سے ملک کے موجودہ قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جا سکے کمیشن کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کیلئے ایک ایسا ضابطہ مقرر کرے جس کے ذریعے مجوزہ اسلامی احکام کو قانونی شکل دی جا سکے۔ دفعہ ۲۰۹ میں یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ اسلامی احکام سے مراد قرآن اور سنت ہے۔ اور ساتھ ہی یہ تشریح بھی موجود ہے۔ کہ کسی فرقے کی نسبت قانون بنانے میں قرآن اور سنت کی صرف وہ تعبیر قابلِ قبول ہوگی جو کسی مخصوص فرقے کے نزدیک مستند ہے۔ لہذا اصل مسئلہ کمیشن کے سامنے فقہ میں ترمیم کرنے کا ہے۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ جملہ فقہی معاملات مثلاً وراثت۔ ہبہ۔ وصیت نکاح۔ طلاق و دیگر معاملات کے متعلق محمڈن لاء موجود ہے۔ اس قانون کی دو شاخیں ہیں۔ یعنی شیعوں کے لئے علیحدہ قانون ہے اور حنفیوں کے لئے علیحدہ عدالت فریقین جس مذہب سے تعلق رکھتے ہوں اس کی رو سے فیصلہ کرتی ہے۔ لاء کمیشن نے جہاں جملہ قوانین و احکام پاکستان کو اسلامی بنانے کیلئے حکومت سے سفارشات کرنا ہے وہاں مروجہ اسلامی قوانین پر نظرِ ثانی کر کے ان کی خامیاں دور کرنا بھی کمیشن ہی کے دائرہ اختیار میں ہے۔

ہمارا مطالبہ ہے اور قرینِ عقل بھی ہر مسلم کیلئے یہی ہے کہ شیعہ سنی کی بجائے ایک ہی فقہ مشترکہ طور پر پاکستان میں رائج کرنا چاہئے۔ اور یہ "فقہ جعفریہ" ہونی چاہئے۔ کیونکہ ہر انصاف پسند مسلم اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور جملہ معاملات کے متعلق مفید ترین بھی یہی ہے۔ مفکرِ ملت علامہ اقبال مرحوم کا بھی یہی خیال تھا کہ فقہ جعفریہ کو رواج دینے سے مسلمانوں کے اختلافات کافی حد تک ختم ہو جائینگے اور علمائے اہلسنت بھی اس سے انکار نہ کرینگے۔ کیونکہ خود امام ابو حنیفہ و امام مالک و دیگر ائمہ اہلسنت کو براہ راست یا بالواسطہ حضرت امام جعفر صادق سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ مختلف مؤرخین اسلام نے اس شاگردی کے دعوے کئے ہیں۔ تو پھر کیوں نہ استاد ہی کو پکڑ کر سب کے اختلافات دور کر لئے جائیں۔ ہم نے یہ مطالبہ عقیدت کی رو میں بہہ کر نہیں کیا۔ بلکہ علمائے اہلسنت و بزرگانِ ملت کے دعاوی کے پیشِ نظر مسلمانوں کیلئے یہ مفید و بابرکت مطالبہ پیش کیا ہے۔

خواجہ فریدالدین عطارؒ نے حضرتؑ کے ذکر کی ابتدا ان الفاظ سے کی ہے۔ "آں سلطانِ ملت مصطفوی و آں برہانِ حجتِ نبوی و آں عاملِ صدیق و آں عالمِ تحقیق و آں میوۂ دلِ اولیاء و آں قرۂ عینِ شاہِ انبیاء و آں ناقدِ علی و آں وارثِ نبی و آں عارف و عاشق ابو محمد جعفر صادق" (تذکرۃ الاولیاء)

اور سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے "یوسف سنت و جمال طریقت و مخبر معرفت : مزین صفوۃ ابو محمد جعفر صادق"۔

علامہ ابن حجر مکی۔ علامہ شیخ سلمان قندوزی حنفی بلخی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی اپنی کتابوں میں رقمطراز ہیں کہ " حضرت امام جعفر صادق علوم ظاہر و باطن میں کمل تھے۔ حکمت میں کامل اور دین میں آپ کے علوم سب پر فائق تھے۔ دنیا میں آپ کا زہد کمال پر پہنچا ہوا تھا۔ آپ خواہشات نفس سے بالکل مبرا تھے۔ آپ کے علوم تمام بلاد و امصار میں پھیل گئے۔ جتنے علوم آپ سے نقل کئے گئے ہیں اور کسی سے نقل نہیں کئے گئے۔ (صواعق محرقہ۔ ینابیع المودۃ اور روضۃ الصفا)

اور ائمہ اربعہ اہلسنت میں سے امام مالکؒ نے ارشاد فرمایا :۔ "فضل۔ علم۔ عبادت اور پرہیزگاری میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے حضرت امام جعفر صادق سے افضل سنا"

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ " اعیان ائمہ میں سے ایک جماعت مثل یحییٰ بن سعید و ابن جریج اور امام مالک اور امام سفیان ثوری اور سفیان ابن عیینہ اور امام ابو حنیفہ و ابو ایوب السجستانی نے آپ سے کسب فیض کیا ہے۔ اور ابو حاتم کا قول ہے کہ جناب امام جعفر صادق ایسے ثقہ ہیں کہ ایسے شخص کی نسبت ہرگز نہیں پوچھا جاتا (ارجح المطالب)

اس ضمن میں مشہور مورخ علامہ شبلی نعمانی کا بیان خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں :۔ " امام ابو حنیفہ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے امام (حضرت امام محمد باقرؑ) کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور فقہ اور حدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں شیعہ اور سنی دونوں نے مانا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی معلومات کا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت تھا۔ امام صاحب نے اُن کے فرزند رشید حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا جس کا ذکر عموماً کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابو حنیفہ حضرت جعفر صادقؑ کے معاصر تھے۔ اسلئے اُن کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے۔ لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔ امام ابو حنیفہ لاکھ مجتہد اور مجتہد ہوں لیکن فضل و کمال میں اُن کو حضرت جعفر صادقؑ سے کیا نسبت۔ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیتؑ کے گھر سے نکلے۔ وصاحب البیت ادرے فیہا"۔ (سیرت نعمان۔ شبلی نعمانی)

یہ تو تھے اسلام کے فرقہ اہلسنت والجماعت کے پیشوایان کے بیانات۔ اب فرقہ اہلحدیث کے پیشوا

اور محترم عالم مولوی وحید الزمان خان صاحب حیدر آبادی کا بیان بھی سن لیجئے ۔ رقم فرمایا ہے :-

" امام جعفر صادق مشہور امام ہیں بارہ اماموں میں سے ۔ اور بڑے ثقہ اور فقیہہ اور حافظ تھے ۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے شیخ ہیں ۔ اور امام بخاری کو معلوم نہیں کیا شبہ ہو گیا ۔ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتے ۔ اور یحییٰ بن سعید قطان نے بڑی بے ادبی کی ہے جو کہتے ہیں کہ " میرے دل میں امام جعفر صادق سے خلش ہے ۔ ان سے زیادہ مجالد کو میں دوست رکھتا ہوں " ۔ حالانکہ مجالد کو امام صاحب کے سامنے کیا رتبہ ہے ۔ ایسی ہی باتوں کی وجہ سے تو ہم بدنام ہوتے ہیں کہ ہم کو آئمہ اہلبیت سے کچھ محبت و اعتقاد نہیں ۔ اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے ۔ کہ مروان اور عمران بن حطان اور کئی دیگر خوارج سے تو انہوں نے روایت کی ہے ۔ اور امام جعفر صادق سے جو ابن رسول اللہ ہیں ۔ اُن کی روایت میں شبہ کرتے ہیں " ۔

(انوار اللغات پ ۲ ص ۲)

مندرجہ بالا بیانات میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے بین الاسلامی مقام کی خفیف سی جھلک دکھائی گئی ہے جس سے پتہ چل سکتا ہے ۔ کہ فقہ جعفریہ کو رواج دینے میں اصولی طور پر تمام مسلمانوں کو متفق ہو جانا چاہئے ۔

اصول فقہ جعفریہ کو سمجھنے کیلئے چند مثالیں پیش خدمت ہیں ۔

(۱) مثلاً طہارت کے متعلق فقہ جعفریہ کا یہ اصول ہے کہ " کل شیٔ طاھر حتیٰ تعلم انہٗ قذر " یعنی ہر شے پاک ہے جب تک کہ اس کی ناپاکی کا علم نہ ہو جائے ۔ بخلاف اس کے فقہ غیر جعفریہ میں ہر شے کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ۔ جبتک کہ پاکیزگی کا علم نہ ہو وہ شے پاک نہیں سمجھی جا سکتی ۔ غور فرمایئے کہ اس اصول کے ماتحت روزانہ زندگی میں کس قدر مشکلات پیش آ سکتی ہیں ۔ ہم کسی مقام پر گئے ۔ میزبان نے کھانا پیش کیا ۔ کیا پہلے تحقیقات کی جائے کہ یہ کھانا حرام ہے یا حلال ! اس پر جو رقم خرچ ہوئی کیا وہ حلال کمائی کی تھی یا حرام کی ؟ کیا اس میں زکوٰۃ و خمس نکل چکا تھا ؟ وہ چوری یا غصب کی تو نہ تھی ۔ کیا گوشت تو بحکم کرتے وقت شرائط پوری کر لی گئیں تھیں ۔ کیا جیب شدہ آئی تھی ۔ پانی جو استعمال ہوا پاک تھا ناپاک تو دکھا ۔ میزبان کے کھانا پیش کرنے پر اگر کھانے سے پیشتر اس کی پاکیزگی کیلئے یہ تحقیقات شروع کر دی جائے تو ایک مصیبت گلے پڑ جائیگی ۔ یا مثلاً وہیں پر نماز کا وقت آ گیا ۔ کیا پہلے اس زمین کی تحقیقات کی جائے کہ جس جگہ نماز پڑھنے لگے ہیں یہ زمین غصبی تو نہیں جائز کمائی سے

خریدی گئی ہے۔ یہ چیزیں سب غیر مناسب اور ناقابل عمل ہیں۔ تحقیقات ہی ہیں نماز کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ قرآن میں "لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا" اور "یرید بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" سے فقہ جعفریہ کے اس سہل و آسان اور مفید و درخشندہ اصول کی پُر زور تائید ہوتی ہے۔

(۲) اب وراثت کے مسئلہ ہی کو لے لیجئے۔ فقہ جعفریہ کی رو سے اگر ایک باپ مرنے کے بعد اپنے پیچھے اپنی اولاد میں صرف ایک لڑکی چھوڑ جاتا ہے تو وہ اس کی واحد وارث ہے بخلاف اس کے دوسری فقہ کے وہ لڑکی مکمل جائیداد کی وارث نہیں بشرطیکہ کوئی لڑکا بھی میت کا موجود نہ ہو۔ یہ اصول نہ ہی مفید ہے نہ ہی قرین عدل و انصاف ہے۔ اسی طرح جب کسی مسلمان کے مرنے کے بعد نواسی ایک بھتیجے کے ساتھ موجود ہو تو فقہ غیر جعفریہ کی رو سے بھتیجے عصبہ ہونے کی وجہ سے متوفی کی نواسی کو بالکل ترکہ سے محروم کر دیتا ہے لیکن فقہ جعفریہ کی رو سے متوفی کی نواسی چونکہ اولاد کی اولاد ہے لہٰذا کل جائداد کی وارث ہوگی اور بھتیجے چونکہ اولاد میں سے نہیں لہٰذا اس کو کچھ نہ ملیگا۔ اور یہی اصول قرین عقل اور مفید ہے۔

(۳) تین طلاق کے مسئلہ کے متعلق ہماری روزانہ زندگی میں اصولِ فقہ جعفریہ ہی مفید و قرین عقل ہے جس کی رو سے ایک مجلس میں تین چھوڑ ہزار مرتبہ بھی آپ طلاق کہدیں تو وہ ایک طلاق ہی سمجھی جائیگی۔ مگر فقہ غیر جعفریہ میں ایک ہی وقت اگر تین دفعہ طلاق کا لفظ بیوی کو کہدیا جائے تو وہ طلاق قطعی گردانا جاتا ہے۔ جو سوسائٹی کیلئے صد درجہ غیر مفید ہے۔ اسی وجہ سے روزانہ جھگڑے عدالتوں میں پہنچتے ہیں۔

ایسے ہی اور بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں مثالیں موجود ہیں جن کی رو سے فقہ جعفریہ امت محمدیہ کے مفاد کیلئے نہایت ہی مفید اور سوسائٹی کو انتشار سے بچاتی ہے۔ آج مسلمان اس پر کاربند ہو جائیں تو نہ صرف ہمارے تمام گھریلو جھگڑے سلجھ سکتے ہیں بلکہ فرقہ وارانہ انتشار بھی قریباً کس حد تک ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو سکتا ہے۔

قرآن سے ناواقف صحافی

معارف اسلام کے گذشتہ شمارہ میں ہم نے قارئین عظام کو ۱۹۵۸ء ڈل کے عربی سے نابلد علماء "لوگوں" سے روشناس کرایا تھا۔ اور اس سلسلہ میں اپنی قوم کی بے حسی پر ایک مقالہ سپرد قلم کیا تھا۔ آج ہمیں ایک ایسے معصر صحافی سے سابقہ پڑا ہے جس نے شاید ساری عمر قرآن مجید نہ دیکھا ہے نہ

اس کی آیات کی کبھی تلاوت کی ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ توحید کے علمبرداروں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمان واجب الاذعان یعنی قرآن مجید فرقان حمید سے اپنی والہانہ محبت اور شیفتگی کا اظہار یوں کیا کہ اس کی ایک ایک آیت بلکہ ایک ایک حرف کے نیچے ڈیرے ڈال دئے۔ جہاں تک کہ اس کے عاشقوں نے اس کی تمام آیات۔ الفاظ۔ حروف۔ شد مد۔ زبر۔ زیر۔ ضمہ۔ تنوین۔ رموز اور اوقاف سب کو حفظ کر لئے۔ اس پر ہی بس نہیں۔ آج دنیائے اسلام میں کروڑوں حفاظ ایسے موجود ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا ہے۔ اگر آج خدانخواستہ قرآن مجید کا وجود کسی حادثہ کے سبب دنیا سے ناپید اور مفقود ہو جائے۔ تو کروڑوں مسلمان ایسے نکل آئینگے۔ جو اس کا ایک ایک حرف سنا دینگے۔ کیونکہ قرآن مجید کا اپنا بڑا بھاری دعوے ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (پ ۱۴ حجر ع ۱) کہ ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کے محافظ (حقیقی) ہیں۔ اور یہ معجزہ باقیہ ہے۔ جو اس آیت کریمہ کی صداقت کا بیّن ثبوت ہے۔ مسلمانوں میں بدقسمتی سے کئی مختلف فرقے ہو گئے جن کے عقاید میں بے شمار اختلافات ہیں۔ لیکن کوئی مسلمان ایسا نہیں۔ جو کسی آیت قرآن کی کمی بیشی کا منکر ہو۔ یا اس قرآن مجید کے علاوہ جو مابین الدفتین موجود ہے۔ جو نہ صرف کسی مسلمان چھاپہ خانہ سے بلکہ صدیوں سے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز یا رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز ایسے کافروں کے چھاپہ خانوں سے چھپتا رہا ہے۔ کسی اور قرآن کا قائل ہو۔ ہر مسلمان خواہ وہ کسی مکتب خیال سے تعلق رکھتا ہو۔ اسی قرآن کو مانتا اور اسی کو رہبر کامل سمجھتا ہے۔ اس کی آیات بینات اور احکام خداوندی کی تبلیغ علاوہ مبلغین اسلام کے صحافیوں نے اپنے ذمہ لی۔ ان صحافیوں میں بعض ایسے ہیں جن کی واقفیت قرآنی کا یہ عالم ہے کہ وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ جن عربی الفاظ کو وہ قرآن مجید کی آیت سمجھ رہے ہیں وہ حقیقتاً آیت بھی ہے کہ نہیں۔ میرے سامنے اس وقت لاہور سے شائع ہونے والے ایک مذہبی رسالہ "آئینہ" کے گذشتہ ماہ کا شمارہ ہے جس میں اس کے مدیر محترم نے سرور رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف اور محامد و مناقب کا آغاز عربی کے ان الفاظ کو آیت قرآنی قرار دے کر کیا ہے۔ ولاک لما خلقت الافلاک۔ لیکن کسی پارہ یا سورۃ کا حوالہ نہیں دیا کہ یہ کون سے پارہ یا کون سے سورہ کا جزو ہے۔ کیا مدیر محترم "آئینہ لاہور" اس پر روشنی ڈالینگے کہ ان کی یہ آیت کس قرآن کی ہے؟ افسوس ہے کہ ہمارے محترم صحافی اور مدیر شہیر کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ جسے وہ آیت قرآنی سمجھ رہے ہیں وہ آیت قرآنی نہیں۔ بلکہ حدیث قدسی ہے ؎

برین دین و ایمان بباید گریست

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۳۶ء میں مجھے چوہدری امام الدین مرحوم ذیلدار امین آباد ضلع گوجرانوالہ کے مکان پر ایک نہایت متبحر عالم دین سے مسئلہ قضا و قدر پر تبادلہ خیالات کرنے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے مجھے ساکت کرنے کیلئے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن مجید کی آیت "لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ" نہیں پڑھی۔ میں نے لاکھ عرض کیا۔ کہ حضور مولانا۔ قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں۔ لیکن وہ اصرار کرتے تھے کہ نہیں، تم کیا جانو۔ یہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ جب میں نے پارہ اور سورۃ کا نشان مانگا تو نجوم القرآن جس کی مدد سے آیات قرآن نکالی جاتی ہیں موجود نہ ہونے کا بہانہ کیا۔ میں ایک قریبی کتب خانہ سے "نجوم القرآن" مانگ لایا۔ اور مولانا صاحب کے پیش کردی لیکن انہوں نے یہ کہکر اپنی جان چھڑائی کہ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ ابھی ہم گوجرانوالہ واپس جارہے ہیں۔

دین اسلام کی تبلیغ کرنے والے یا تو علماء کرام ہیں یا صحافی صاحبان۔ لیکن جب ان کی واقفیت قرآن کا یہ عالم ہے۔ تو تبلیغ کیسی اور دین اسلام کو فروغ کیسا؟ دنیا میں جو آج لادینی اور مذہب سے بیگانگی پھیل رہی ہے۔ اس کے زیادہ ذمہ دار یہی لوگ ہیں۔ جو

کو خویشتن گم است کرا رہبری کند — کے مصداق ہیں

چڑیا چڑے کی کہانی۔ پرویز کی زبانی اور توہین انبیائے ربانی

طلوع اسلام بابت ماہ مارچ ۱۹۵۵ء کے صفحہ ۱۲ پر منکر حدیث پرویز بذیل "سلیم کے نام سے" "چڑیا چڑے کی کہانی" کے عنوان سے یوں لکھتا ہے:۔

"میں نے ایک دن چڑیا سے پوچھا کہ تم یہ تمام تگ و دو اور یہ دکاوش کیوں کرتی ہو؟ اس نے کہا کہ بذالک امرت وانا اول المسلمین مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اور میں حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتی ہوں۔ میں نے کہا۔ کہ اس سے تمہیں ملتا کیا ہے! اس نے کہا کہ میرے سامنے ملنے والے (اجر۔ معاوضہ) کا سوال ہی نہیں (لا اسئل علیہ من اجر) میں یہ سب کچھ (للہ رب العالمین) خدا کی ربوبیت عالمین کے پروگرام کی تکمیل کیلئے کرتی ہوں۔ اور اس کا معاوضہ یہ ہوتا ہے۔ کہ میں انڈے دیتی ہوں اور انڈوں سے بچے نکلتے ہیں۔ ان بچوں کی اس گھونسلے میں پرورش ہوتی ہے اس طرح خدا کی ربوبیت کے پروگرام کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہی میرا اجر ہے۔ یہی میرا معاوضہ ہے۔ (ان اجری الا علی رب العالمین)"

معارف اسلام۔ استغفراللہ ثم استغفراللہ۔ پرویز نے اپنی لادینی کی رو میں بہکر

جس طرح آیات قرآنی اور انبیائے ربانی کا مضحکہ اڑایا ہے۔ اس کے بیان سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ افسوس ہے کہ اس کی جرات یہاں تک بڑھ گئی ہے۔ کہ اب وہ کھلم کھلا انبیائے کرام کو چڑیا چڑیے سے نسبت دیکر آیات قرآنی کو اپنی مطلب براری کیلئے توڑ پھوڑ رہا ہے۔ لیکن مسلمان ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ اور حکومت اس کے منہ میں لگام نہیں دیتی۔ کاش کہ مسلمان خواب غفلت سے جاگیں۔ اور دین کی حفاظت کیلئے کمربستہ ہو جائیں۔ آج پرویز نے انبیائے کرام کو چڑیا چڑیے سے تشبیہ دی ہے۔ اگلے دن لاہور کے جدید "دعوت" نے آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نعوذ باللہ ایک "قلعی گر" سے نسبت دی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ان دین کے ٹھیکیدار صحافیوں کے دلوں میں انبیائے کرام بالخصوص سید الانبیاء سرور کائنات فخر موجودات کی کہاں تک قدر و منزلت ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

کاش کہ علمائے شیعہ و سنی متحد ہو جاتے اور ایک دوسرے سے تعاون کرتے تو آج ایسے زبان درازوں کو پاکستان میں پنپنے کی صورت پیش نہ آتی یہ سب کچھ اسی عدم تعاون کا نتیجہ ہے کہ غلام احمد پرویز جیسے علم عربی سے نابلد قرآن حکیم کا خود ساختہ مفہوم بیان کرتے ہیں۔ اور جو کچھ اُن کے جی میں آتا ہے انبیاء معصومین کی شان میں کہہ گزرتے ہیں۔ آج بھی موقعہ ہے کہ شیعہ و سنی ایک دوسرے سے تعاون کریں اور گلے مل جائیں۔ ایک دوسرے کی مخالفت ترک کر کے دشمنان اسلام کی مداخلت فی الدین کی روک تھام کریں۔ تاکہ دین اسلام کو آنچ نہ آنے دیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین

سلطان القلم و محقق اعظم آغا محمد سلطان مرزا کے تاثرات

ماہنامہ "معارف اسلام" اپنی زندگی کی تین منزلیں بحمد گزار کر چوتھی منزل میں داخل ہوگیا۔ آپ کے ہاتھوں میں سال چہارم کا پہلا شمارہ ہے۔ چونکہ یہ جریدہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں۔ نہ ہی اسکی اشاعت سے کسی بھی قسم کا ذاتی مفاد یا خواہش نام و نمود مقصود ہے اس لئے اس کے تمام مضامین خدمت اسلام و مسلمین و ہمدردی خلق خدا کے جذبہ کے تحت بہرہ قلم کئے جاتے ہیں مقصد صرف عوام کو دین حق سے آگاہ کرنا ہے۔ اور صحیح راہ اختیار کرنے کی تلقین۔ معارف اسلام صرف لوگوں کی توجہ کا بھوکا ہے۔ تاکہ سب کے تعاون سے یہ اہم سلسلہ قائم و دائم رہے۔ اس ضمن میں نہایت ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو سرٹیفیکیٹ جناب سلطان القلم کی جانب سے "معارف اسلام" کو سال سوم کے آخری ایام میں موصول ہوا اس سے قارئین کرام کو مطلع کر

دیا جائے۔ تاکہ "معارف اسلام" کی افادیت نمایاں ہو سکے:۔

اقتباس از گرامی نامہ آغا محمد سلطان مرزا بالقابہ:۔

کراچی ۲۰ر مارچ ۱۹۵۵ء

مکرمی! تسلیم

میں نے آج آپ کے معارف اسلام مارچ ۱۹۵۵ء کا مطالعہ بغور کیا۔ ماشاء اللہ تمام پاکستان میں یہ پرچہ مسلمانوں کا بہترین رسالہ ہے۔ آپ نے مسئلہ غیبت امام عربی زبان سے نابلد علماء، بوماشنگیر کا قصہ اور مسلمانوں کی غیرت، صحیح اسلامی درد، جوش، حمیت کے ساتھ لکھے ہیں۔ سارا ہی پرچہ واقعی معارفِ اسلام سے مملو ہے۔ مبارک ہو اور خداوند تعالیٰ آپ کو خدمت حق کی تائید و امداد و حمایت کی توفیق وافر عنایت فرمائے۔ آمین۔ آپ یہ بہت عمدہ کام کر رہے ہیں۔ میرے پاس پہلے پرچے ہیں لیکن اُن میں کوئی پرچہ شاید آپ بھیجیں بھول گئے۔ یا میرے یہاں گم ہو گیا۔ اگر اس کا چندہ میرے اوپر واجب ہو چکا ہے تو مطلع فرمائیں تاکہ میں بھیجدوں میری طبیعت آپ کے اس پرچہ کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئی۔ یہ تصنع یا خوشامد نہیں ہے۔ بلکہ دل سے عرض کر رہا ہوں۔ خداوند تعالیٰ آپ کی عمر میں ترقی دے۔۔۔۔۔۔

نیاز مند

محمد سلطان مرزا

ادارہ معارف اسلام آغا صاحب قبلہ کا اس حوصلہ افزائی کے لئے تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ اس سے ہماری ہمتوں میں واقعی اضافہ ہوا ہے۔ اور ہم آئندہ بڑھ چڑھ کر کام کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (ادارہ)

ابنِ ملجمؒ کے حملہ کے بعد حسنین علیہما السلام کو وصیّت

(بزبان امیر المومنینؑ)

اوصیکما بتقوی اللہ وان لا تبغیا الدنیا وان بغتکما، ولا تاسفا علی شیء منها زوی عنکما۔ وقولا بالحق۔ واعملا للاجر۔ وکونا للظالم خصما وللمظلوم عونا

میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا دنیا کے خواہشمند نہ ہونا۔ اگر وہ تمہارے پیچھے لگے۔ اور دنیا کی کسی ایسی چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے۔ جو کہنا حق کیلئے کہنا اور جو کرنا ثواب کیلئے کرنا ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔

اوصیکما وجمیع ولدی واھلی ومن بلغه کتابی بتقوی اللہ ونظم امرکم، وصلاح ذات بینکم، فانی سمعت جدکما صلی اللہ علیه وآله یقول: صلاح ذات البین افضل من عامة الصلاة والصیام۔ واللہ اللہ فی الایتام فلا تغبوا افواھھم ولا یضیعوا بحضرتکم۔ واللہ اللہ فی جیرانکم فانھم وصیة نبیکم مازال یوصی بھم حتی ظننا انه سیورثھم۔ واللہ اللہ فی القرآن لا یسبقکم بالعمل به غیرکم۔ واللہ اللہ فی الصلاة فانھا عمود دینکم۔ واللہ اللہ فی بیت ربکم لا تخلوہ ما بقیتم فانه ان ترک لم تناظروا۔ واللہ

میں تم کو اپنی تمام اولاد کو، اپنے کنبہ کو اور جن جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، اپنے معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا۔ کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزہ سے افضل ہے (دیکھو) یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کے کام و دہن کے لئے فاقہ کی نوبت نہ آئے اور تمہاری موجودگی میں وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں اپنے ہمسایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبر نے برابر ہدایت کی ہے۔ اور آپ اس حد تک ان کیلئے سفارش فرماتے رہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپ انہیں بھی ورثہ دلائیں گے۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اسے جیتے جی خالی نہ چھوڑنا کیونکہ اگر یہ خالی

اللہ في الجهاد بأموالكم وأنفسكم وألسنتكم في سبيل الله. وعليكم بالتواصل والتباذل. وإياكم والتدابر والتقاطع. لا تتركوا الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فيولى عليكم شراركم ثم تدعون فلا يستجاب لكم. يا بني عبد المطلب لا ألفينكم تخوضون دماء المسلمين خوضا تقولون قتل أمير المؤمنين ألا لا تقتلن بي إلا قاتلي.

انظروا إذا أنا مت من ضربته هذه فاضربوه ضربة بضربة ولا يمثل بالرجل فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله يقول: "إياكم والمثلة ولو بالكلب العقور".

(نہج البلاغہ)

چھوڑ دیا گیا تو پھر (عذاب سے) مہلت نہ پاؤ گے۔ جان، مال اور زبان سے راہ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ کو نہ بھولو اور تم کو لازم ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی اعانت کرنا اور خبردار ایک دوسرے کی طرف سے پیٹھ پھیرنے اور تعلقات توڑنے سے پرہیز کرنا۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے کبھی ہاتھ نہ اٹھانا۔ ورنہ بدکردار تم پر مسلط ہو جائیں گے پھر دعائیں مانگو گے تو قبول نہ ہوں گی۔

(پھر ارشاد فرمایا) اے عبدالمطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے کہ تم امیر المومنین قتل ہو گئے امیر المومنین قتل ہو گئے کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دو۔ دیکھو! میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے اور دیکھو! جب میں اس ضرب سے مر جاؤں تو اس ایک ضرب کے بدلے میں ایک ہی ضرب لگانا اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار! کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو، اگرچہ وہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔

(ترجمہ از جناب مفتی جعفر حسین صاحب مدظلہ)

(قند پارسی) (اثر طبع سید السادات حاج آقائی سید الف شاہ صاحب پاکنہاد مدظلہ)

کارہائے خدائی!

یادداشت:۔ حاج آقائے سید الف شاہ صاحب پاکنہاد کا پاکیزہ کلام فارسی میں ہو یا اردو میں نظم میں ہو یا نثر میں۔ معرفت و حکمت الہی کی چاشنی اس میں ضرور ہوتی ہے قبلہ شاہ صاحب ایران کی مروجہ فارسی پر کاملاً حاوی ہیں جیسا کہ اس نظم میں جو کہ بطور اختصار کارہائے خدائی کی آئینہ دار ہے۔ آپ کے اسلوب تحریر ترکیب الفاظ و کلمات مصطلحات و محاورات سے واضح ہے۔ اس نظم کو اول سے آخر تک پڑھئے اور آپ کی شیریں بیانی و سلاست انشاء کی داد دیجئے۔ قارئین کی سہولت کیلئے اس نظم کا اردو ترجمہ بھی متقابل صفحہ پر کر دیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ عدم گنجائش صفحات ماہنامہ کی وجہ سے ہم اس معرفت سے بھرپور کلام کی تشریح نہیں کر سکے۔ (غیاث الدین)

یکے مردم را خراب از چشم شہلا کردۂ ۱ مائے سرمستیٔ رنداں مہیا کردۂ
گردش چشمت و سیل گردش لیل و نہار ۲ یک جہاں مفتون افسون تماشا کردۂ
بسکہ زلفت را پریشاں کردۂ بر روئے ماہ ۳ شرح (واللیل اذا یغشیٰ) ہویدا کردۂ
ما کجا و آرزوئی وصل تو اے دلنشیں ۴ تو کہ خود را ہر کجا پنہاں و پیدا کردۂ
گر نمودی جلوہ ات بر طور رہ با لمعان نور ۵ عدۂ را کشتی و رفتی و حاشا کردۂ
قسمتی را دادۂ خیل و حشم، حور و قصور ۶ تو دۂ را بینوا، محتاج ما وا کردۂ
عدۂ درماندگان از کشف عورت شرمسار ۷ قسمت بعضی خز و ملبوس دیبا کردۂ
یک ضعیفہ را دہی تاج مشکل تخت و بخت ۸ صد ہزاراں ماہ لقا را در بدر ہا کردۂ
خوبی در حسن و ملاحت انفعال حور عین ۹ پارۂ را بے نصیب از چشم بینا کردۂ
دستۂ وابستۂ را سر بصحرائی جنوں ۱۰ پائی کوباں در رہ زلف چلیپا کردۂ
جمعی در گرداب دریائی ضلالت غوطہ خور ۱۱ قسمتی را راکب کشتی بطحا کردۂ
دمی از کشف کیفیات جوی سربلند ۱۲ علم و تفتیش دادۂ بادی مدارا کردۂ
اینک او در کوشش آبادی ارض قمر ۱۳ ضبط ہر فرد بشر بر او گوارا کردۂ

دریدۂ تو عزت و تذلیل جملہ کائنات ۱۳؎ قدرت خود را بگیتی آشکارا کردۂ
ایں جہاں فانیست نقش باطلی بستہ برآب ۱۵؎ ورنہ اِں خود جلوہ از عرش معلّا کردۂ
خوردہ گیری اندر امارت نہ شرط بندگیست ۱۶؎ آنچہ کردی ای خدا حقا کہ زیبا کردۂ

۱۷؎ منت ای خالق کہ سعید را دریں دیر مغاں
سرخوش از صہبائی مہر آلِ طٰہٰ کردۂ

(ترجمہ)

کارہائے خدائی "(قدرت کے کھیل)"

(۱) اے وہ کہ جس نے مخلوق کو اپنی نرگسی آنکھوں سے مست و خراب کر رکھا ہے اور رندوں کے لئے اپنی آنکھوں کی مستی سے سرمایہ مہیا کر دیا ہے۔

(۲) تیری آنکھوں کی گردش شب و روز کی گردش کی دلیل و رہنما ہے۔ تو نے تمام دنیا کو اس افسون تماشا میں مسحور کر رکھا ہے۔

(۳) تو نے اپنے چاند ایسے منور چہرے پر زلفیں بکھیر کر (واللیل اذا یغشیٰ) کی تشریح کر دی ہے۔

(۴) اے حرم دل کے مکین بھلا ہم کہاں اور تیرے وصل کی آرزو کہاں۔ تو نے ہر جگہ اپنی ذات کو پوشیدہ و ظاہر کر رکھا ہے (ہر گز نشد محرم دل در حرم یار بماند ــ وآنکہ ایں کار ندانست در انکار بماند)
(خواجہ حافظ شیرازیؒ)

(۵) ایک وقت تھا کہ تو نے کوہ طور پر تجلی کی اور اپنے نور کی درخشانی سے بعض (مشتاقان دیدار) کی جان تک جلا دیا اور پھر کہہ دیا کہ میں نے تو ان کو نہیں مارا (میرے نور کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکے اور مر گئے)
فلما تجلّیٰ ربّہ للجبل جعلہٗ دکّاً وخرّ موسیٰ صعقا۔ (قرآن حکیم)

(۶) تیری مخلوق میں ایک گروہ ایسا ہے جس کو تو نے جاہ و جلال، حور شمائل عورتیں اور عالیشان محل دے رکھے ہیں لیکن عوام الناس کی کثیر تعداد بے سروسامان ہے۔ سر چھپانے کیلئے کوئی جگہ ہی نہیں

(۷) بعض لوگ اس قدر عاجز و مجبور ہیں کہ اپنی شرمگاہوں کو بھی نہیں چھپا سکتے اور برہنگی کی وجہ سے عوام کے رو برو شرمندہ ہیں۔ ان کے مقابلے میں بعضوں کو تو نے خود نمود اور اعلیٰ درجے کے ریشمی لباس زیب تن کرنے کے لئے مرحمت کر رکھے ہیں۔

(۸) ایک خوش قسمت عورت کو تو نے ہیروں سے جڑا ہوا تاج و تخت بخشدیا ہے۔ لیکن اس کے مقابلے

میں لاکھوں چاند کی شکل وصورت والیاں دربدر بھیک مانگ رہی ہیں۔

(۹) بعض تیری مخلوق اس قدر حسین وملیح ہے کہ شخص آنکھوں والی حوریں بھی ان کو دیکھکر شرمندہ ہونگی اس کے مقابلے میں ایک بدبخت مخلوق ایسی بھی ہے جس کو تو نے قوتِ بصارت سے محروم کر رکھا ہے۔ (ایک مادر زاد اندھا تیری دنیا کے مناظر کو کیسے دیکھ سکتا ہے)

(۱۰) ایک جماعت تو نے دلباختہ لوگوں کی پیدا کر رکھی ہے جو صحرائے جنون میں سرگردان و دیوانہ وار اپنے اپنے معشوقوں کی زلفوں کی یاد میں رقص کرتے پھرتے ہیں۔ (دنیا ومافیہا سے کچھ واسطہ ہی نہیں)

(۱۱) بیشمار لوگ ایسے بھی ہیں جو ضلالت وگمراہی کے سمندر میں غوطے کھا رہے ہیں۔ ان کے مقابلے میں بعض خوش قسمتوں کو تو نے بطحا کے جہاز میں سوار کر دیا ہے (یعنی داخل دین اسلام ہیں۔ ع
ہادی بعضی وبعضی را مُضل۔ مثنوی مولوی معنوی)

(۱۲) تیرا مدعی فضائے آسمانی کی کچھ کیفیات کشف کرکے اس پر نازاں ہے تو نے خود ہی اس کو علم وفہم عطا فرمایا اور اس کے ساتھ مدارا سے کام لیا۔ (با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا)۔

(۱۳) اب وہی مدعی اس کوشش میں ہے کہ فضائے بالا میں جاکر سرزمین قمر کو آباد کرے۔ تو نے ہر فرد بشر کے خبط کو اس پر گوارا کر دیا ہے۔ (ہر کس بخیال خویش خبطی دارد)۔

(۱۴) تمام کائنات کی عزت ودولت تیرے دست قدرت میں ہے۔ تو نے اپنی قدرت کاملہ کو دنیا میں آشکار کر رکھا ہے (وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر۔ قرآن حکیم)

(۱۵) یہ جہان فانی ایک نقش باطل کی مانند ہے جس کو پانی پر بنایا گیا ہو اور تو خود عرش معلٰی سے اس دنیا میں جلوہ نمائی کر رہا ہے۔

(۱۶) تیرے اسرار ورموز پر نکتہ چینی کرنا عبودیت کا کوئی حق نہیں پس اے خدا جو کچھ تو نے کیا اور کر رہا ہے الحق والانصاف وہی زیبا ہے۔ (تیری مصلحتیں فہم بشر سے بالاتر ہیں)

(۱۷) اے میرے پیدا کرنے والے۔ تیرا احسان عظیم ہے کہ اس خرابے نے (دنیا) میں تو نے سعید کو شراب محبت محمدؐ وآل محمدؐ پلاکر سرمست کر دیا ہے۔

قارئین کرام۔ یہ سال چہارم کا پہلا شمارہ ہے۔ از راہِ کرم اپنا اپنا بدلِ اشتراک چار روپے اپنی پہلی فرصت میں ارسال فرماکر ممنون کریں۔ (ادارہ)

(تبرکات اقبالؒ)

اسلام اور خلافت

از حکیم مشرق علامہ اقبالؒ

یادداشت: انقلاب ترکی کے نتیجہ میں ۲۸ اپریل ۱۹۰۹ء کو سلطان عبدالحمید ثانی نام نہاد خلافتِ اسلامی سے معزول کر دئے گئے۔ اور مصطفےٰ کمال اتاترک کی کوششوں سے ترکی میں استواری و جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ اس انقلاب کے دوران میں "**اسلام اور خلافت**" کے موضوع پر علامہ اقبال کا یہ مضمون لندن کے رسالہ "**سوشیالوجیکل ریویو**" میں ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا۔ یہ اب تبرکات میں سے ہے۔ ستمبر ۱۹۵۶ء میں معاصر ہفت روزہ "**حمایتِ اسلام**" لاہور نے بھی اس مضمون کو اپنے کالموں میں بڑی آب و تاب سے شائع کیا۔ اس وقت جبکہ **فکرِ اقبال** کی روشنی میں بالخصوص پاکستان کی اسلامی دنیا آگے بڑھ رہی ہے۔ علامہ صاحب کے خیالات اس موضوع پر خالی از دلچسپی نہ ہوں گے۔

معارفِ اسلام کو اس مضمون کے جن بیانات سے اختلاف ہے۔ اُن میں سے بعض پر نشان لگا کر حاشیہ پر اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ کیونکہ یہ اقبال علیہ الرحمۃ کے ابتدائی مضامین میں سے ہے۔ نہ کہ آخری ایام میں سے اور ہمیں یقین ہے کہ اقبالؒ کی تحقیقات کے آخری ایام میں یہ کمزوریاں نہ رہی تھیں۔ جو کہ ان کے آخری کلام کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ (ادارہ)

زمانۂ جاہلیت اور انتخابِ رئیس

زمانۂ جاہلیت میں ملک عرب کی مختلف قبائل پر منقسم تھا جو ہمیشہ باہم دگر برسرِ پیکار رہتے تھے۔ ہر قبیلہ کا اپنا جداگانہ سردار، جداگانہ معبود اور جداگانہ شاعر ہوتا تھا۔ شاعر جذبۂ حبِ قومی سے اپنے قبیلہ کے اوصاف و فضائل کی شان و عظمت کو منصۂ شہود پر لانے میں مصروف ہوتا تھا۔ اگرچہ ان ابتدائی اجتماعی نظاموں میں ایک حد تک باہمی تعلقات قائم تھے۔ تاہم یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیادت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مذہب کی عالمگیرانہ حقیقت کا کرشمہ تھا۔ کہ امارت و ریاست کے وہ تمام منتہا و مقاصد جن کے لئے ہر قبیلہ ساعی و سرگرداں رہتا تھا۔ بحرفِ غلط کی طرح اعراب کے صفحۂ ضمیر سے محو و مفقود ہو گئے اور

اور قبیلوں میں بسر کرنے والے ایک مشترک و وسعت طلب نظام میں بصورت ملت واحدہ مجتمع ہونے لگے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ہمارے مقاصد بحث اس امر کے مقتضی ہیں کہ ہم مبادیات ہی میں عرب قبائل کے مراسم وراثت و دستور جانشینی کے تمام پہلوؤں کو بالتفصیل بیان کر دیں اور اس نظام اور ضابطہ کا ذکر کر دیں جو کسی سردار قبیلہ کی وفات کے وقت قبیلہ کے ارکان کو ملحوظ رکھنا ہوتا تھا۔

جب کسی عرب قبیلہ کا سردار یا شیخ مر جاتا۔ تو قبیلہ کے تمام اکابر ایک جگہ جمع ہوتے اور ایک دائرہ کی شکل پر مجلس منعقد کر کے جانشینی کے معاملہ پر بحث و تمحیص کرتے۔ قبیلہ کا کوئی رکن جس کو معتبر و مقتدر خاندانوں کے اکابر و زعما بالاتفاق رائے منتخب کر دیں۔ قبیلہ کا رئیس بن سکتا تھا۔ بقول وان کریمر[1] وراثتی بادشاہت کا مفہوم عرب دل و دماغ سے ہرگز مانوس نہ تھا۔ البتہ سن و بزرگی کا اصول جس کو موجودہ سلطنت ترکی کے نظام حکومت میں سلطان احمد اول کے زمانہ میں قانوناً تسلیم کر لیا گیا۔ یقیناً انتخاب کے وقت منتخب کرنے والوں کو ملحوظ رکھنا پڑتا تھا۔ اگر کبھی یہ مشکل آپڑتی کہ قبیلہ کا ایک حصہ ایک سردار کی حمایت میں ہو اور دوسرا نصف دوسرے کی حمایت میں تو دونوں فریق اس وقت تک جبکہ ایک امیدوار اپنے حقوق سے دستبردار ہو جائے یکجا اور متحد رہتے ورنہ بصورت دیگر شمشیر فیصلہ کرتی جو سردار اس طرح منتخب ہوتا۔ قبیلہ کو اختیار تھا کہ اس کی روش کو جادۂ اعتدال سے منحرف پائے تو اسے معزول کر دے۔ اسلام کے ظہور کے بعد جوں جوں عرب فتوحات کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ نظر و تدبر کے دائرے وسعت پکڑتے گئے۔ یہ ابتدائی رسم بتدریج بڑھتی بڑھتی ایک سیاسی اصول میں متبدل ہو گئی جس کے وضع کرنے میں جیسا کہ ہم آگے چل کر بتائیں گے۔ اسلام کے ماہرین[2] قانون سیاسی نے نئے سیاسی حالات اور تجربوں پر اپنے اجتہاد و تفقہ کی بنا رکھی۔

اسلام اور انتخاب خلیفہ

پیغمبر عرب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عرب کی اس قدیم رسم کو قائم رکھی۔[2] رحلت کے وقت یا اس سے قبل اپنی جانشینی کے متعلق مسلمانوں کو کوئی ہدایت نہ فرمائی۔[3] ایک حدیث میں مروی ہے کہ بنو عجیس بن عامر

---

[1] اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جانشین بالاتفاق رائے ہوتا تھا اور اسی قبیلہ میں سے نہ کسی دوسرے قبیلہ میں سے۔ تاریخیں ثابت کرتی ہیں کہ یہ صورت اس وقت پیش آتی تھی جبکہ متوفی سردار اپنا جانشین خود نامزد نہ کر جاتا تھا۔

[2] رسول کے اس رسم کو قائم رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ کوئی واقعہ اس قسم کی جانشینی کا عہد رسول میں پیش نہ آیا۔ اور دوسرے علاقوں کے لئے جو امیر و والی جو مقرر ہوتے رہے وہ جناب رسول خدا خود مقرر فرماتے رہے۔ نہ کہ اس مخصوص علاقہ کے باشندے۔ یہ تاریخی حقائق ہیں ان سے انکار نہیں۔ [3] غالباً اس مضمون کے لکھنے کے وقت [illegible]

ایک دن پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ "اگر میں اسلام قبول کروں تو مجھے کیا مرتبہ یا منصب مل جائے گا کیا آپ اپنے بعد عرب کی حکومت کی باگ میرے ہاتھ میں دے دیں گے؟" رحمۃ للعالمین نے جواب دیا "حکومت کی باگ تو خود میرے ہاتھ میں نہیں۔ تیرے ہاتھ کیا دوں گا۔" یہی وجہ تھی کہ خانہ جنگی کے خطرہ سے بچنے کے لیے حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب جو آنحضرتؐ کے خسر اور اکابر اصحاب میں سے تھے فوراً ہوا اور بے قاعدگی کے ساتھ عمل میں آیا۔ اپنے انتخاب اور تقرر کے بعد حضرت ابوبکرؓ مجمع میں کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے پہلا خطبہ ان الفاظ میں دیا:-

"یا معشر الناس! آج سے میں تمہارا حکمران ہوں اگرچہ تم سب میں قابل ترین نہیں ہوں اگر میں شریعت کے مطابق عمل کروں تو تم میری مدد کرو اور میرا ہاتھ بٹاؤ۔ اگر شریعت کے خلاف جاؤں مجھے روکو اور میری اصلاح کرو۔ حق کی اطاعت کرو کیونکہ حق ہی میں ہدایت و ایمان ہے۔ باطل سے بچو کیونکہ باطل ضلالت و منافقت کا سرچشمہ ہے۔ تم میں سب سے زیادہ کمزور میری آنکھوں میں سب سے زیادہ قوی ہوگا جب تک کہ میں اس کی شکایات کو رفع نہ کر دوں۔ تم میں سب سے زیادہ قوی میری نگاہ میں سب سے زیادہ کمزور ہوگا تاآنکہ میں اس سے وہ حق نہ چھین لوں جو اس نے غیر کا غصب کیا ہے۔ جو اللہ کی راہ میں جہاد کو ترک کرے گا خدا اسے ذلیل کر دے گا۔ تم میری اطاعت کرو۔ لیکن اس وقت تک جب تک کہ میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتا ہوں۔ جس معاملہ میں میں خدا و پیغمبر کی اطاعت سے انحراف کروں تم میری اطاعت ترک کر دو۔"

یہ سب سے پہلا انتخاب تو اس طریق پر ہوا۔ لیکن اس کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے اس اہم مسئلہ پر اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کی کہ "حضرت ابوبکرؓ کا فوری انتخاب اگرچہ ضروریات وقت و نتائج کے لحاظ سے نہایت مناسب اور برمحل ہوا۔ تاہم انتخاب کا یہ طریقہ جب اسلام میں اصول مسلمہ قرار نہیں دیا جا سکتا چنانچہ ذہبی کی کتاب (جلد اول صفحہ) میں آپ سے منقول

(صفحہ ۷۰ کا بقیہ) علامہ صاحب مرحوم کے دماغ میں واقعات دعوت ذو العشیرہ و غدیر خم اور اکثر مواقع جنگ کو نہ جبکہ پیغمبر اسلام نے اپنے بعد کیلئے بحکم خدا اپنا جانشین نامزد فرما دیا تھا۔
لہ حضورؐ کو میدان خدا و اسلامی اصول ظاہر کرنے کے لیے بہت واضح ہے حضورؐ جو کچھ کرتے تھے حکم خدا کے عین مطابق کرتے تھے یہی عمل تقرر خلیفہ میں تھا جب اسی قول رسولؐ کے مطابق خود رسولؐ کو اختیار حاصل نہ تھا تو امت کو یہ اختیار کیونکر حاصل ہو سکتا ہے جس کی رائے رسولؐ کی رائے کی نسبت بدرجہا کمزور و ناقص ہے۔ (معارف اسلام)

وہ انتخاب جو لوگوں کی جزوی رائے کے اظہار پر عمل میں آیا ہو۔ منسوخ و مسترد سمجھنا چاہیئے۔"
ان باتوں پر غور کرتے ہوئے ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ اسلام ابتدا ہی میں اس اصول کو تسلیم کر چکا تھا کہ فی الواقع اور عملاً سیاسی حکومت کی کفیل و امین ملت اسلامیہ ہے نہ کہ کوئی خاص فرد واحد۔[1] ہاں جو عمل انتخاب کنندگان اس معاملہ میں کرتے ہیں۔ اس کے معنی صرف یہی ہیں کہ وہ اپنے متحدانہ و آزادانہ عمل انتخاب سے اس سیاسی[2] حکومت کو ایک ایسی مختصر و معتبر شخصیت میں ودیعت کر دیتے ہیں۔ جس کو وہ اس امانت کا اہل تصور کرتے ہیں۔ یوں کہو کہ تمام ملت کا ضمیر اجتماعی ایک فرد یا شخصیت منفردہ کے وجود میں عمل پیرا ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حقیقتاً اور صحیح معنوں میں فرد تمام کی تمام قوم کا نمایندہ کہلا سکتا ہے۔ لیکن ایسے فرد کا مسند حکومت پر متمکن ہونا شریعت کے نزدیک اُسے کسی برتری یا ترجیح کا مستحق ہرگز نہیں بناتا۔ شریعتِ حقہ کی نگاہ میں اس کی شخصی و ذاتی حیثیت بالکل وہی رہے گی جو ایک عام دوسرے مسلمانوں کی ہے۔ اس کو ان افراد پر جن کا وہ نمایندہ ہے سوائے اس حکومت کے جو شرعاً آئین کے نافذ کرنے کی غرض سے اُسے حاصل ہے۔ اور کوئی اختیار و اقتدار نہ ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مذہب اسلام میں مسئلہ "قانون سیاسی"[3] کی بنیاد تمامتر اتفاق و اتحاد آرائے جمہور ملت کے بنیادی اصول پر قائم ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

کثرت ملت اسلامیہ جس امر کو مستحسن قرار دے وہ خدائے علیم و حکیم کی نگاہ میں بھی مستحسن ہوتا ہے"۔ غالباً پیغمبر خدا کی اس حدیث کی سند پر امام اشعری نے اپنے اس سیاسی مسئلہ کی بنیاد رکھی کہ "ملت بحیثیت مجموعی کبھی باطل پر متفق و مجتمع نہیں ہو سکتی"۔

---

[1] نتیجہ نکالنے میں ڈاکٹر صاحب کو یہ خیال نہ رہا کہ اسلامی اصولوں کے مطابق تمام اعمال و احکام خدا کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں نہ کہ عوام کی مرضی کے مطابق لہٰذا یہ نتیجہ کسی امر سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔
[2] واضح رہے کہ ڈاکٹر صاحب خلافت سے مراد صرف سیاسی حکومت لیتے یعنی جس کے ساتھ رسالت یا اس کی جانشینی کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ [3] "کثرت ملت" کی یہ حدیث صحیح ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ قرآنی احکام کے سراسر خلاف ہے۔ رسولؐ خلاف قرآن کچھ نہیں بیان فرما سکتے تھے۔ قرآن میں جابجا اکثریت کی مذمت کی گئی ہے۔ (معارف اسلام)

(پیشکش بر موقع یوم اقبال)　　(از علامہ الحاج مرزا احمد علی سرپرست ادارہ معارف اسلام)

یادگارِ اقبال

میں اس سے پہلے دو رسالوں میں جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال مرحوم کے کلام کا خلاصہ برادرانِ اسلام کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں۔ اب تیسری قسط پیش کر رہا ہوں۔ کیونکہ ہمارے مرشد امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زبانِ مقدس خاتم النبوت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے "یعسوب المومنین" کا خطاب عطا ہوا ہے۔ اس لئے آپ کے موالیوں کو نحل کی صفت و عادت اختیار کر کے شہد کو جہاں سے ملے اکٹھا کرنا چاہئے۔ یہ شہد ہے جو میں نے مولا کی نذر کے لئے پیش کیا ہے

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

مرحوم کا یہ کلام پہلی بار تو ان کی زندگی میں چھپ گیا۔ لیکن پھر مدوّن نہ ہو سکا۔ اب غیر مدون کلام جناب سید عبدالواحد معینی ایم اے (آکسن) معتمد مجلس اقبال کراچی نے "باقیاتِ اقبال" میں اور جناب محمد انور حارث صاحب بی اے نے "رختِ سفر" میں شائع کیا۔ میں نے سلسلہ یادگارِ اقبال میں ان سے مدد لی ہے اور صرف اپنے سلسلہ کے مفید مطلب اشعار کو جن سے اقبال کی طبیعت خاص طور پر واضح ہوتی منتخب کیا ہے۔ اور امید ہے کہ ادارۂ معارفِ اسلام اسے "نوائے اقبال" کی دوسری اشاعت میں شائع کریگا۔

۱- کچھ اپنے متعلق ۔ باقیات اقبال ص۲۱

ہوں وہ مضمون کہ مشکل ہے سمجھنا میرا　　کوئی مائل ہو سمجھنے پہ تو آساں ہوں میں
رند کہتا ہے ولی مجھ کو، ولی رند مجھے　　سن کے ان دونوں کی تقریر کو حیراں ہوں میں
زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا　　اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں
کوئی کہتا ہے کہ اقبال ہے صوفی مشرب　　کوئی سمجھا ہے کہ شیدائے حسیناں ہوں میں

مزرعِ سوختۂ عشق ہے حاصل میرا
درد قرباں ہو جس دل پہ وہ ہے دل میرا

علم و حکمت کے مدینے کی کشش ہے مجھ کو　　لطف دے جاتا ہے کیا کیا مجھے ناداں ہونا
یہی اسلام ہے میرا یہی ایماں میرا　　تیرے نظارۂ رخسار سے حیراں ہونا

حشر میں ابرِ شفاعت کا گہربار آیا — دیکھنا ہے جنسِ عمل تیرا خریدار آیا
ہیں گیا حشر میں جس دم تو صدا یوں آئی — دیکھنا دیکھنا وہ کافرِ دیندار آیا
ہیں شفاعت نے قیامت میں بلائیں کیا کیا — عرقِ شرم میں ڈوبا جو گنہگار آیا
ملے بغضِ اصحابِ ثلاثہ سے نہیں اقبال کو — دِق مگر اک خارجی سے آکے مولائی ہوا

۲۔ عشقِ سرکارِ دو عالم کا جذبہ باقیاتِ اقبال ص

اے کہ تھا نوح کو طوفان میں سہارا تیرا — اور براہیم کو آتش میں بھروسا تیرا
اے کہ مشعل تھا ترا عالمِ ظلمت میں وجود — اور نورِ نگہِ عرش تھا سایا تیرا
اے کہ پرتو ہے ترے ناخن کا مہتاب کا نور — اور چاند بھی چاند بنا پا کے اشارہ تیرا
گرچہ پوشیدہ رہا حسن ترا پردوں میں — ہے عیاں معنیٔ لولاک سے پایا تیرا
ناز تھا حضرتِ موسیٰ کو یدِ بیضا پر — سرِ تجلی کا محل نقشِ کفِ پا تیرا
چشمِ ہستی صفتِ دیدۂ اعمیٰ ہوتی — دیدۂ کن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا
مجھ کو انکار نہیں آمدِ مہدی سے مگر — غیر ممکن ہے کوئی مثل ہو پیدا تیرا

۳۔ واعظین کی حالت باقیاتِ اقبال ص

واعظوں میں یہ تکبر کہ الٰہی توبہ — اپنی ہر بات کو آوازِ خدا کہتے ہیں
ان کے ہر کام میں دنیا طلبی کا سودا — ہاں مگر وعظ میں دنیا کو بُرا کہتے ہیں
فرقہ بندی کی ہوا تیرے گلستاں میں چلی — یہ وہ ناداں ہیں اسے بادِ صبا کہتے ہیں
آہ جس بات سے ہو فتنۂ محشر پیدا — یہ وہ بندے ہیں اسے فتنہ رُبا کہتے ہیں
خانہ جنگی کو سمجھتے ہیں بنائے ایماں — مرض الموت ہے جو اس کو دوا کہتے ہیں
مقصدِ حکمتِ کلی پہ کھلی ان کی زباں — یہ تو اک راہ ہے تجھ کو بھی برا کہتے ہیں
تیرے پیاروں کا تو یہ حال ہے اے شافعِ حشر — میرے حبیبوں کو تو کیا جانے کیا کہتے ہیں

ملے ہیں تو اس عاشق کے ذوقِ جستجو پر مرمٹا — ما عرفنا کہہ کے جو تیرا تمنائی ہوا
تجھ میں کیا اے عشق وہ اندازِ معشوقانہ تھا — حسن خود لولاک کہہ کر تیرا شیدائی ہوا
بغضِ اصحابِ ثلاثہ سے نہیں اقبال کو — دِق مگر اک خارجی سے آکے مولائی ہوا
ص شہیدِ عشقِ نبی ہوں میری لحد میں شمعِ قمر جلے گی — اٹھا کے لائیں گے خود فرشتے چراغ خورشید سے جلا کر
ص چلا ہے کفر کو تازہ کروں یہ کہہ کر — مدینہ وہ ہے کہ کعبہ جدھر نماز کرے

ص۹ مدینے کے کبوتر کی یاد

رحمت ہو تیری جان پر اے مرغِ نامہ بر / آیا تھا اُڑ کے رفعتِ بامِ حرم سے تو
ہم کو دیا پیام الف لام میم کا / ناآشنائے نغارۂ رہ و رسمِ الم ہے تو
نفرت ہی آشیانۂ ہستی سے تھی تو کیوں / آیا اتر کے طارمِ کاخِ عدم سے تو
تجھ پہ ابوہریرہ بھی قربان ہوں کہ تھا / وابستگانِ دامنِ فخر الامم سے تو
شاید انہیں کی راہ میں تو ہو گیا نثار / گر بچ سکا نہ گریہ کی مشقِ ستم سے تو

۴۔ اہل بیت علیہم السلام سے عقیدت

باقیات اقبال

ص۲۳ واسطہ دوں گا اگر تجھ کو دلِ زہرا کا میں / غم میں کیونکر چھوڑ دیگے شافعِ محشر مجھے
رونے والا ہوں شہیدِ کربلا کے غم میں میں / کیا دُرِ مقصد نہ دیگے ساقیِ کوثر مجھے
دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغِ عشقِ اہلبیت / ڈھونڈتا پھرتا ہے ظلِ دامنِ حیدر مجھے
ص۶۵ جس طرح مجھ کو شہیدِ کربلا سے پیار ہے / حق تعالیٰ کو یتیموں کی دعا سے پیار ہے
ص۹۶ فیضِ اقبال ہے اسی در کا / بندۂ شاہِ لافتیٰ ہوں میں
ص۸۰ سینۂ پاکِ علیؑ جس کا امانت دار تھا / اے شہِ ذی جاہ تو واقف ہے ان اسرار کا
ص۲۸۴ یہ ہے اقبال فیضِ یادِ نامِ مرتضیٰ جس سے / نگاہِ فکر میں خلوت سرائے لامکاں تک ہے
ص۲۰ کرم کرم کہ غریب الدیار ہے اقبال / مریدِ پیرِ نجف ہے غلام ہے تیرا

رختِ سفر ص۳۳

نجف میرا مدینہ ہے، مدینہ ہے مرا کعبہ / میں بندہ اور کا ہوں امتِ شاہِ ولایت ہوں
جو سمجھوں اور کچھ خاکِ عرب میں سونے والے کو / مجھے معذور رکھ میں مستِ صہبائے محبت ہوں
یہی صہبا ہے جو رخصت بنا دیتی ہے مستی کو / اسی صہبا میں آنکھیں دیکھتی ہیں رازِ ہستی کو

۶۔ اب ہم ذیل میں جناب ڈاکٹر شیخ سر محمد اقبال صاحب مرحوم کی وہ فارسی نظم درج کرتے ہیں جس کیلئے اوپر کی غزلیں بطور تمہید تھیں۔ یہ باقیات اقبال ص۴۰۲ تا ص۴۰۱ اور رختِ سفر ص۳۱ تا ص۴۱ پر رسالہ مخزن۔ لاہور بابت ماہ جون ۱۹۰۵ء سے نقل کی گئی ہے اس کے پہلے مدیر مخزن نے لکھا تھا کہ فارسی نظمیں عموماً مخزن میں درج نہیں ہوتیں۔ تاہم احباب کے اصرار سے ہم اسے پیشِ ناظرین کرتے ہیں۔ یہی نظم بہ اظہارِ عقیدت

شیخ (محمد اقبال) صاحب صبح کے وقت پڑھا کرتے ہیں"۔

یہ اس شخص کا معمول تھا جس کے تخیل کی برکت سے پاکستان عالم وجود میں آیا۔ اب پاکستان کا استحکام اسی سیرت پر عمل کرنے سے ہو سکتا ہے۔ اے کاش پاکستان کا سوادِ اعظم صبح کے وقت اسی طرح یہ سپاس نامہ پڑھا کرے، جس طرح حضرت اقبال اپنی کامل عقیدت سے پڑھا کرتے تھے۔

سپاسِ جنابِ امیرؑ

۱۔ اے محو ثنائے تو زبانہا	اے یوسفِ کاروانِ جانہا
۲۔ اے بابِ مدینۂ محبت	اے نوحِ سفینۂ محبت
۳۔ اے ماحیِ نقشِ باطلِ من	اے فاتحِ خیبرِ دلِ من
۴۔ اے سرِ خطِ وجوب و امکاں	تفسیرِ تو سورہائے قرآں
۵۔ اے مذہبِ عشق را نمازے	اے سینۂ تو امینِ رازے
۶۔ اے سرِ نبوتِ محمدؐ	اے وصفِ تو مدحتِ محمدؐ
۷۔ گردوں کہ برفعت ایستادست	از بامِ بلندِ تو فتادست
۸۔ ہر ذرہ ورت چو منصور	در جوش ترانۂ انا الطور
۹۔ بے تو نتواں بیاد رسیدن	بے او نتواں بتو رسیدن
۱۰۔ فردوس ز تو چمن در آغوش	از شانِ تو حیرت آئینہ پوش
۱۱ جانم بغلامی تو خوشتر	سر بر زدہ ام زجیبِ قنبر
۱۲۔ ہشیارم و مستِ بادۂ تو	چوں سایہ زپا فتادۂ تو
۱۳۔ از ہوش شدم مگر بہوشم	گوئی کہ نصیریِ خموشم
۱۴۔ دانم کہ ادب بضبطِ راز است	در پردۂ خامشی نیاز است
۱۵۔ اما چہ کنم سے تو لی	تنداست بروں فتد زمینا

۱۶۔ ز اندیشۂ عاقبت رہیدم
جنسِ غمِ آلِؑ تو خریدم

۱۷۔ فکرم چو بہ جستجو قدم زد — در دیر شد و در حرم زد
۱۸۔ در دشتِ طلب بسے دویدم — داماں چو گرد باد چیدم
۱۹۔ در آبلہ خارہا خلیدہ — چند لالہ ترِ قدم دمیدہ
۲۰۔ افتادہ گرہ بروے کارم — شرمندۂ دامنِ عبارم
۲۱۔ پویاں پئے خضر سوئے منزل — بردوشِ خیال بستہ محمل
۲۲۔ جویائے مے و شکستہ جامے — چوں صبحِ بہار چیدہ دامے
۲۳۔ پیچیدہ بخود چو موجِ دریا — آوارہ چو گرد بادِ صحرا
۲۴۔ درماندہ ز دردِ نارسیدن — در آبلہ شکستہ دامن
۲۵۔ عشقِ تو دلم ربود ناگاہ — از کار گرہ کشود ناگاہ
۲۶۔ آگاہ ز ہستی و عدم ساخت — بت خانۂ عقل را حرم ساخت
۲۷۔ چوں برق بخرمنم گزر کرد — از لذتِ سوختن خبر کرد
۲۸۔ برباد متاعِ ہستیم داد — جامے ز مئے حقیقتم داد
۲۹۔ سرمست شدم ز پا فتادم — چوں عکس ز خود جدا فتادم
۳۰۔ پیراہنِ ماومن دریدم — چوں اشک ز چشمِ خود چکیدم
۳۱۔ خاکم بنوائے عشق مجرمی — زاں راز کہ با دلم سپردی
۳۲۔ واصل بکنار گشتم شد — طوفانِ جمال زشتیم شد
۳۳۔ جز عشقِ تو حکایتے ندارم — پروائے ملامتے ندارم
۳۴۔ از جلوۂ علم بے نیازم
سوزم - گریم - تپم - گدازم

(معارف الفرقان) (قسط دوم)

تفسیر بالرائے اور قرآن

از قلم سید جواد حسین نقوی (اسلامک ریسرچ سنٹر) ضلع میانوالی

صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین اور آئمہ فقہ و حدیث کو مشترکہ نظام ملوکیت کی تائید بہ احادیث کے الزام سے بچانا مقصود ہو تو ذات پاک رسالت پر ایک غیر عملی تعلیم دینے کا الزام دینا پڑے گا اور اس کے نتیجہ میں خود اسلام بیچارے کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اس سلسلہ میں اگر یہ کہا جائے کہ بنی امیہ اور بنی عباس کی تلواروں کے رعب سے مجبور ہو کر مسلمانوں اور بزرگان اسلام نے ان کی بیعت کر لی تھی اور اسی خوف کے مارے وہ شاہی خلفاء میں احادیث کے مجموعے مرتب و مدون کر رہے تھے۔ تب بھی یہ سوالات ہمارے سامنے آ ہی گے کر رہے۔

(۱) کیا صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علمائے اسلام نے تقیہ کر رکھا تھا اور محض جانوں کے خوف سے وہ ایک غیر اسلامی نظام کے سامنے نہ صرف سر جھکائے ہوئے تھے بلکہ اقوال رسولؐ سے اس نظام کی تائید بھی کر رہے تھے۔ خود تدوین احادیث میں ابو ہریرہ جیسے صحابی شامل تھے اور باقی تابعین اور تبع تابعین بھی شامل تھے۔ ایسی حالت میں ایک غیر اسلامی نظام "تعبیرات" کے نفاذ کی ذمہ داری صحابہ اور تابعین پر ہے۔

(۲) خانوادۂ رسالت اور اس کے متوسلین کو چھوڑ کر باقی ساری ملت اسلامیہ اس خود ساختہ نظام کے سامنے سرنگوں تھی۔ اس لئے یا تو یہ کہا جائے کہ پوری دنیائے اسلام تقیہ کر رہی تھی اور پھر یہ مان لیا جائے کہ مسلمان سرے سے اسلامی طریقۂ افہام و تفہیم سے روگرداں ہو گئے تھے۔

(۳) جن مسلمانوں کی ہیبت شمشیر سے ساری دنیا کانپ رہی تھی جن کے سامنے قیصر و کسریٰ کا سر غرور بہ خم ہو رہا تھا۔ جن کی ہیبت و سطوت سے افریقہ، ایشیا اور یورپ لرزہ براندام تھے اور جن کی قوت و جبروت کے سامنے دنیا کی ہر طاقت بید لرزاں کے مانند کانپتی تھی وہ اتنے بزدل اور شکست خوردہ ذہنیت کے مالک تھے کہ اپنی اجتماعی قوت سے بھی نظام "حجت حدیث" کو ختم کر کے حسبنا کتاب اللہ کا نفاذ کر سکتے اور سلاطین بنی امیہ اور بنی عباس کے مقابلہ میں پوری قوم اتنی بے بس تھی کہ وہ ایک غیر اسلامی نظام پر قانع ہو گئی تھی۔

ان اعتراضات کی موجودگی میں بنی اُمیّہ اور بنی عباس کی تلواروں کی ہیبت اور جبر و تشدد کے استعمال کا دعویٰ قطعاً مہمل اور بے معنی ثابت ہو جاتا ہے۔

حقیقت کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو حسبنا کتاب اللہ کے مترادف قرار دینے والے علماء و مفکرین ملت ان دشواریوں کا احساس نہیں کر رہے ہیں، جو اُن کے مزعومہ کو تسلیم کر لینے کے نتیجہ میں پیدا ہو سکتی ہیں اور محض ذوقِ تفسیر بالرائے پسندی سے متاثر ہو کر ایک ایسی بات کہہ رہے ہیں جو نہ تو قرآن، حدیث اور ان کے عقائد سے ہم آہنگ کی جا سکتی ہے۔ اور نہ جس کے جواز کے لئے تاریخ اسلامی سے کوئی سند پیش کی جا رہی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام بیچارہ ہمیشہ موم کی ناک بنا رہا ہے۔ اور ہر دَور کے علماء نے اس کی مختلف تعبیرات پیش کی ہیں۔ جس زمانہ میں جس قوم کے تصورات عام دیکھے گئے۔ اس زمانہ میں اسلام کو اسی قسم کا رُوپ دے دیا گیا۔ مؤرخانہ تحقیق و تفتیش اور واقعات کی فلسفیانہ تحلیل اس کا سبب حضرت عمر کا یہود و عیسائیت کے لٹریچر سے گہرا شغف[1] بتلاتی ہے کہ حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ حضرت عمر کی اسی انانیت[2] کا مظہر ہے۔ جو رسول کریمؐ کی وفات کے بعد معاملۂ فدک میں ہمارے سامنے آئی تھی[3] حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ اس سیاستِ سقیفہ کا مظہر ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے جنازہ کو چھوڑ کر کھیلی گئی بلکہ یوں[4] کہوں کہ حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ ان کے حقائق (FACTS) پر مبنی ہے۔ جو کہ مفہوم نبوت کی تاویل کی صورت میں ہمارے سامنے آئے تھے[5]۔ حقیقت یہ ہے کہ حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ اس تقریر کا پیکر ہے۔ جس میں حضرت ابوبکر نے رسُول کی حیثیت آلۂ ابلاغ سے زیادہ کچھ نہیں بتائی۔

غرض یہ کہ الصحابۃ کلہم عدول، الصحابۃ کالنجوم کے مقابلہ میں مسلمانوں کی ذہنی مرعوبیت اور ذہنی پسپائی نے ہی فلسفۂ حسبنا کتاب اللہ کو عام کرنے میں بڑی مدد دی ہے۔ حضرت عمر حسبنا کتاب اللہ کے علمبردار ہیں۔ تفسیر بالرائے کے پرستار ہیں۔ ایسی حالت میں شکست خوردہ

---

[1] الفاروق مولانا شبلی نعمانی۔ [2] الفاروق شبلی نعمانی و البلاغ المبین آغا سلطان مرزا [3] الفاروق شبلی نعمانی و ماہنامہ ثقافت۔ [4] طبری و طلوع اسلام بابت ماہ جنوری مفہوم نبوت۔

ذہنیت کے مسلمانوں کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ حضرت عمرؓ کے ہم آواز بنیں اور اپنی ذہنی مرعوبیت پر پردہ ڈالنے کے لئے اسلام کا سہارا لیں۔ نہ صرف یہ کہ اجتہاداتِ عمرؓ اولیاتِ عمرؓ کی تقلید جامد کے نتیجہ میں اس کے علمبردار بن جائیں بلکہ اسلام کو بھی اجتہاداتِ عمرؓ کا دلدادہ اور حسبنا کتاب اللہ کا شیدائی ثابت کریں۔ چنانچہ آج پاکستان میں جو قرآنی نظام ربوبیت اور ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کے پرستار نظر آتے ہیں۔ وہ اسلام کو حضرت عمرؓ کا ہمنوا اور اجتہادِ عمرؓ کا حامی ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائے جا رہے ہیں۔ وہ سب اسی ذہنی مرعوبیت اور فکری پسپائی کا نتیجہ ہے جو غلام ملکوں نے عقل کو ماؤف کرنے کے لئے ہتھکنڈے کھیلے تھے۔ ورنہ جہاں تک حقائق کا تعلق ہے۔ اسلام صرف حکومتِ الٰہیہ کا نقیب، الٰہی طریق افہام و تفہیم کا نقیب ہے۔ اسے تفسیر بالرائے اور جمہوریت سے کوئی واسطہ نہیں۔

حالکِ اسلامیہ میں جمہوریت کے نظریہ کا فروغ اور خلافتِ راشدہ کی تقلید کا بیج بونے میں دشمنانِ اسلام کا بڑا ہاتھ ہے۔

بیسوی صدی کے ابتدائی ایام میں یورپی طاقتوں نے جو ممالکِ اسلامی کو سیاسی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے اور ان میں معاشی وسائل پر قبضہ جمانے کی فکروں میں مصروف تھیں۔ اتحادِ اسلامی کو پارہ پارہ کرنے اور مسلمانوں کو قوموں، نسلوں اور وطنوں میں تقسیم کر دینے، اسلامی کلچر کو جو وحدت کا علمبردار ہے۔ مختلف خلفاء اور صحابہ و شاہنشاہوں کے ذہنی اجتہاد میں تقسیم کرنے کا یہ نسخہ تجویز کیا کہ مسلمانوں کو حسبنا کتاب اللہ کا درس دیا جائے۔ اولیاتِ حضرت عمرؓ کا شیدائی بنایا جائے۔ رسول کو آلۂ ابلاغ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا جائے۔ جس سے قرآن خود تعبیرات کا پابند ہے، ہم علماء کو جیسا کہیں گے وہ ویسا ہی جامہ تعبیری اسے پہنائیں گے احادیث ہمارے راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔ کیونکہ احادیث قرآنی حسنِ ظن کو یقین میں بدل ڈالنے کا ایک ہتھیار ہے۔ اس لئے ان کی حجت و افادیت کو ختم کر کے حسبنا کتاب اللہ کو رواج دیا جائے۔ تاکہ اسلامی تعلیمات صرف حسنِ ظن تک محدود رہ سکیں۔ ان سے کوئی حتمی نتیجہ نہ پہنچ سکے۔ رسول کو آلۂ ابلاغ ثابت کرنے میں توحید کا تخیل مجرد جو "اطاعتِ رسول" کی شکل میں ہمارے سامنے عملی جامہ پہن جاتا ہے۔ وہ بھی جاتا رہا۔ چنانچہ انہی دشمنِ اسلام قوتوں نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ اطاعتِ رسول کو دوامیت کی سند عطا نہیں کی جا سکتی اور وہ دن دور نہیں جبکہ مسلمانوں کا ایک شکست خوردہ ذہنیت کا مالک گروہ اس کا بھی اقرار کر بیٹھے کہ "اطاعت

رسول" محض ایک کھیل تھا جو بنی ہاشم نے اپنی خلافت کے لئے کھیلا تھا۔ اور سیرتِ شیخین و اولیات عمر کو موافق اسلام قرار دینے میں یہ سہولت رہے گی کہ جیسے انہوں نے اپنے زمانے کے تقاضوں کی روشنی اور حقیقت میں قانون بنایا اسی طرح آپ بھی بنائیں اور چونکہ مسلمان قوم ذہنی اور فکری طور پہ ابھی ہمارے آگے سپر ڈالے ہوئے ہے۔ لہذا وہ ہمارے خیالات پر کٹھ پتلیوں کی طرح ناچیں گے اور نام ان کا، قانون ہمارا چلے گا۔ اسلام حسنِ ظن سے بھی گر کر چند خیالات کا مجموعہ بن جائے گا اور آخر کار دنیا سے ناپید ہو جائے گا۔

وارثانِ قرآن (تعلیمِ قرآنی)

تفسیر بالرائے کے داعیان کی جانب سے جو سب سے بڑی جسارت کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ قرآن پاک کو حقِ جمہوریت کا ہمنوا ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حالانکہ جس شخص نے قرآنِ پاک کا سرسری طور پر بھی مطالعہ کیا ہے۔ وہ یہ سمجھنے اور ماننے پر مجبور ہے۔ کہ قرآن مجید کا حقِ جمہوریت سے کوئی واسطہ نہیں۔

حقِ جمہوریت فی القرآن کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ سب انسان، بلا تمیز، نیک و بد وراثتِ قرآن میں مساوی حقوق کے مالک ہیں۔ عالم اور جاہل دونوں کا ایک ہی مرتبہ ہے۔ نیکوکار اور بدکار، شجاع و بزدل، سخی اور بخیل، صالح و منافق، انجینیئر و مزدور، ڈاکٹر اور کسان دونوں کے ووٹ کی ایک ہی قیمت ہے۔ سپاہی اور افسر، وزیر اور چپڑاسی دونوں کا ایک ہی ایک ووٹ ہے۔ لیکن قرآن پاک صاف الفاظ میں اس چیز کی نفی کرتا ہے۔ قرآن مجید کھلم کھلا الفاظ میں یہ اعلان کرتا ہے کہ مومن و کافر برابر نہیں ہوتے۔ اربابِ علم و بصیرت اور جہلا مساوی نہیں کئے جا سکتے۔ صادق اور کاذب کا رتبہ ایک نہیں ہوتا۔ انسانوں میں علم و عمل کی بنیاد پہ فرقِ مراتب ہوتا ہے۔ فضلنا بعضکم علی بعض، یہ قرآنی نظریہ حقِ جمہوریت کے نظریہ سے اس طرح متصادم ہوتا ہے۔ کہ قرآن اور حقِ جمہوریت کی یکجائی محال ہو جاتی ہے۔

داعیانِ حقِ جمہوریت فی القرآن، قرآنِ پاک کی جس آیت کو بڑے شد و مد سے اپنی حمایت میں پیش کرتے ہیں۔ خود وہی آیت ان کے دعویٰ کے بطلان کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ وہ اس آیت کو پیش کرتے ہیں :-

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا | اس کتاب کی وراثت کے لئے اپنے بندوں[1]

[1] ترجمہ آیت کے لئے ملاحظہ ہو۔ طلوعِ اسلام بابت ماہ جنوری ۱۹۵۶ء

مِنْ عِبَادِنَا۔ (سورہ فاطر القرآن) | میں سے (اس اُمّت) کو انتخاب کر لیا۔

داعیانِ جمہوریت فی القرآن کا کہنا ہے کہ رسولؐ کے بعد اللہ نے پوری کی پوری امت کو قرآن کا حق وراثت دیا ہے۔ حالانکہ وہ یہ بھول جاتے ہیں۔ اللہ نے ایک منتخب حلقہ اُمّت کو حقِ وراثتِ قرآن دیا ہے۔ اور پوری کی پوری امت کو منزلِ اصطفیت پر فائز کرنا ایک اتنی بڑی جسارت ہوگی جس کے لئے شاید کوئی ہوشمند انسان تیار نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا ہے کہ ہم اپنی اُمّت کی اکثریت کو وارث بنائیں گے۔ بلکہ اس امت کے ان افراد کو جو کہ نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کا فرض بوجہِ احسن ادا کر سکیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے علمبردار ہوں۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر (القرآن) جو لوگ روشِ اعتدال پسندی کے حامل ہوں گے اور لوگوں پر جاری شہادت کو پورا کر سکیں گے۔ یہ شرائط بجائے خود اس امت کی اکثریت کو حاملِ منصب بنانے سے قاصر ہیں۔ اور ہمیں حیرت ہے کہ ان شرائط کی موجودگی میں اس آیت کو کس طرح حقِ وراثتِ امت فی القرآن کی دلیل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ایک اور آیت جس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ۔۔۔ | تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح بھی کرتے ہیں۔ ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ (ایک نہ ایک دن) ان کو استخلاف ضرور عطا کرے گا۔

ہمارے خیال میں آیت بھی حق جمہوریت القرآن کو مضبوط بنانے کی بجائے اسے ختم کر دیتی ہے۔ اس لئے کہ اس آیت میں بھی عوام کو حقِ استخلاف دینے کا مطلق وعدہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ

تشریحی نوٹ:۔ آیت مندرجہ بالا کا ترجمہ محترم پرویز کے رسالہ طلوعِ اسلام بابت ماہ جنوری سے لیا گیا ہے۔ لیکن محترم پرویز کا یہ ترجمہ "اس اُمّت" تشنۂ تکمیل ہے۔ اس کی تکمیل محترم نے اسی مجلہ میں ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر "تم بہترین امت ہو جسے نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تمہارا فریضہ یہ ہے کہ تم معروف کا حکم دو اور منکر سے روکو"۔ لیکن اس ترجمے میں محترم نے عمومیت کو کسی حد تک مخصوصیت میں بدلا ہے۔ اور لفظ "بہترین" "نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود" (باقی اگلے صفحہ پر)

یہ اعلان فرمایا گیا ہے۔ کہ اللہ صرف ان لوگوں کو استخلاف فی القرآن عطا کرے گا۔ جو ایمان لائیں اور عمل صالح انجام دیں۔ فلسفۂ حق وراثت امت فی القرآن " اس قسم کی پابندی کو قبول نہیں کرتا۔ اس اصول کے مطابق ہر شخص کو وارث قرآن ہونے کا حق ملنا چاہئے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے جو نظام وراثت، مسلمانوں کے لئے پسند کیا ہے۔ اس میں ایمان اور عمل صالح کے وہ قیود و شرائط عائد کرتا ہے۔ جن پر امت کی اکثریت کا فائز ہونا بہت مشکل ہے۔ حق وارث امت فی القرآن کا فلسفہ اس کا قائل ہے کہ وراثت امت کی اکثریت کو حاصل ہوگی چاہے یہ اکثریت جہلا اور بدکاروں پر ہی کیوں نہ مشتمل ہو اور قرآن کا فتویٰ یہ ہے کہ حق وراثت ارباب ایمان اور صاحبان عمل صالح کو حاصل ہوگی۔ چاہے وہ اقلیت ہی میں کیوں نہ ہو۔ ایسی حالت میں قرآنی اور اس نظریہ میں بعد المشرقین نظر آتا ہے اور یہ آیت کریمہ جسے اس کی تائید کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ فلسفہ حق وراثت امت فی القرآن کی شہ رگ پر زد عاید کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کا حق جمہوریت فی القرآن " سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور قرآن کو اس کا نقیب ثابت کرنے کی جو بھی کوشش کی جائے گی وہ سعی لاحاصل سے زیادہ ثابت نہیں ہو سکے گی۔

(باقی آئندہ اشاعت میں)

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) "معروف اور منکر" سے رو کنے والے کو اس امت میں شامل کرتے ہیں۔ لیکن سمجھ نہیں آتا کہ محترم پرویز اس حقیقت کو کیسے نظر انداز کر بیٹھے کہ "ذمہ داری" اور "فریضہ" اجابی، فرض، اہمیت فرض اور نفس فرض کو سمجھنے کی بنا پر عائد ہوا کرتی ہے۔ ایک عالم اور جاہل مطلق کی ذمہ داری برابر نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس کو امت کا ایک مخصوص گروہ تو ادا کر سکتا ہے۔ لیکن اکثریت امت کے لئے یہ ناممکن ہے۔ محترم پرویز ایک اور حقیقت بھی فراموش کر بیٹھے اور وہ یہ کہ انہوں نے اس آیت کا جو مفہوم لیا وہ قرآن کے کئی مقامات سے متصادم نظر آتا ہے۔ مثلاً اسی امت (گروہ مخصوص) کے متعلق قرآن کا یہ کہنا کہ جعلنا کم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس۔ ہم نے تمہیں امت وسط و روش اعتدال پر چلنے پر عمل پیرا، بنایا تاکہ تم باعث شہادت بن سکو۔

استفسارات

منجانب جناب سید علی کوثر بخاری۔ چٹ ۱۳۵ ڈاکخانہ نکھنوتی ۔ موضع ہلواڑہ سید پورہ سادات
ضلع سہارنپور (بھارت)

سوال نمبر ۱: امام حسینؑ نے جناب زینبؑ کے بے حد اصرار پر جب اپنے احباب کو خطوط لکھے تو ان میں خصوصی طور پر جناب حبیب علیہ الرحمۃ تھے۔ جونہی قاصد پہنچا۔ حبیب خط لے کر اندر گئے۔ بیوی نے پوچھا کس کی چٹھی آئی ہے۔ حبیب نے حقیقت آشکارا کر دی۔ بیوی نے ارادہ پوچھا۔ حبیب نے بیوی کے دل کی ٹوہ لگانے کی غرض سے کہدیا۔ "وہ بادشاہوں کی لڑائی ہے۔ مجھے اس سے کوئی غرض وغایت وسروکار نہیں"۔ کیا حبیب علیہ الرحمۃ یہ الفاظ اپنی زبان سے نکال سکتے تھے؟ اگر نہیں نکال سکتے تھے تو

الجواب بعون اللہ الوھاب۔ مقتل کی کسی معتبر کتاب میں حبیبؓ ابن مظاہر کی زبان سے ان الفاظ کا ادا ہونا مندرج نہیں ہے۔ البتہ آپ کے ایک چچا کے بیٹوں نے حبیب ابن مظاہر کا ارادہ معلوم کر کے کچھ اس سے ملتے جلتے الفاظ کہے تھے۔ چنانچہ علامہ دربندی نے اپنی کتاب اکسیر العبادات میں یوں لکھا ہے۔

فبینا هو کذلك اذ اقبلوا بنو عمه الیه فسلموا علیه و ردّ علیهم السلام وقالوا له یا حبیب سمعنا انك ترید ان تخرج لنصرة الحسین وانا لا نخلیك مالنا والدخول بین السلاطین فاخفیٰ ذلك علیهم فرجعوا عنه

ترجمہ۔ حبیب ابن مظاہر اسی فکر میں تھا کہ دفعتہً اس کے چچا کے بیٹے آئے۔ سلام کہا۔ حبیب نے جواب دیا۔ ان سب نے کہا۔ اے برادر۔ سنا ہے کہ تم امام حسینؑ کی امداد اور نصرت کو جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ لیکن ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں امور سلاطین میں دخل دینے سے کیا واسطہ؟ حبیب نے ان سے راز چھپایا۔ پس وہ چلے گئے

حبیب کی زوجہ سے جو گفتگو ہوئی۔ وہ ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

وسمعت زوجته فقالت له یا حبیب کانك کارهٌ للخروج لنصرة الحسین فاراد ان لا یخبرها فقال لها نعم فبکت وقالت اذا تلیق براسك هذه المقنعة انسیت کلام جده رسول الله فی حقه واخیه ولدای هذان سیدا شباب اهل الجنة وهما اماما ان قاما وان قعدا وهذا رسول الله

ویستحیین بك وانت لم تجبه فلما عرف منها حقیقة الامر قال لها انی اخشیٰ علیك ترملین بعدی فقالت دعنی اکل التراب ولا تترك نصرة الحسین فجزاها خیراً۔ ترجمہ۔ حبیب کی بیوی نے یہ ماجرا سن کر پوچھا۔ اے حبیب۔ گویا تو اپنی جان کو امام حسینؑ کی نصرت کرنے سے بچاتا اور چھپاتا ہے۔ پس حبیب نے (جو اپنے چچازاد بھائیوں کے خیالات سن چکا تھا) چاہا۔ کہ اس کی زوجہ کو خبر نہ ہونے پائے (ایسا نہ ہو کہ یہ بھی رو کاوٹ کر کے راز ظاہر کردے) مصلحتاً کہا۔ کہ ہاں۔ پس اس کی زوجہ رونے لگی۔ اور کہا۔ تیرے سر کے ولی تو میرا مقنعہ ہے۔ (یعنی تو میرا برقعہ اوڑھ لے۔ یہ بطور طنز کہا) اے حبیب کیا تو نے ان کے جد امجد کا قول فراموش کیا۔ جو انھوں نے حسنین علیہما السلام کے حق ارشاد فرمایا تھا کہ یہ دونو جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ اور امام ہیں۔ خواہ وہ امامت پر قیام کریں یا گوشہ نشینی اختیار کریں یہ ان کا قاصد تمہارے پاس آیا ہے اور تجھے مدد کیلئے بلایا ہے۔ اور تو جواب نہیں دیتا۔ حبیب نے جب اپنی زوجہ کی حقیقی کیفیت کو جان لیا (کہ یہ مومنہ ہے اور اہلبیت رسولؐ کی تابعدار) تو کہنے لگا کہ مجھے تمہارا ہی خوف تھا کہ میرے بعد خاک اڑاتی پھرو گی۔ زوجہ نے جواب دیا۔ مجھے رہنے دو کہ مٹی میں ہوں لیکن تم امام حسینؑ کی نصرت کو ترک نہ کرو۔ حبیب نے یہ سن کر اپنی زوجہ کی قوت ایمانی معلوم کرلی اور کہا۔ کہ اے زوجہ اللہ تعالیٰ تجھے اس نیک خیال کی جزائے خیر دے۔

سوال نمبر۲۔ ایک شخص جسے غسل جنابت درکار ہے کا پاکیزہ کپڑا دوسرا شخص مسجد کے اندر لے جا سکتا ہے یا نہ؟

الجواب۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ جنبی شخص مسجد کے اندر داخل نہیں ہوسکتا۔

سوال نمبر۳۔ وہ شخص جو پہلے سے اجرت معین کرے۔ اور اپنی اعانت کا اقرار لے کیا پیشنماز رہ سکتا ہے۔

الجواب۔ واجبات کی ادائیگی پر اجرت لینا علمائے کرام کے نزدیک مطلقاً حرام ہے۔ اعانت کا اقرار لینا جس میں واجبات کی ادائیگی پر اجرت کا تعین نہ ہو منع نہیں قرآن کا حکم ہے۔ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان (پ ۶ مائدہ ع)

ترجمہ۔ تم لوگ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت کرو۔ لیکن گناہ اور زیادتی کے کاموں میں اعانت نہ کرو۔

سوال نمبر۴۔ ایک طبیب جو اپنے ہی دواخانہ سے مریضوں کو دوا دیتا ہے۔ باقاعدہ فیس وغیرہ سب کچھ لیتا ہے۔ جبکہ دوا کی قیمت کی کمی بیشی یا مرض کا اظہار کرنے کے متعلق اعتبار لوگوں کو جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ تو پرسش ہے کہ ایسا شخص پیش نمازی کر سکتا ہے یا نہ؟

الجواب۔ کسی طبیب کا جس میں پیش نمازی کی سب شرائط پائی جائیں۔ پیش نماز بننا منع نہیں ہے۔ البتہ ایسا شخص خواہ طبیب ہو یا غیر طبیب یا متہم بالکذب ہو (لوگوں میں عام طور پر جھوٹ بولنے والا مشہور ہو) پیش نمازی کے قابل نہیں ہے کیونکہ جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور پیش نماز کے لئے منجملہ دیگر شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس سے گناہ کبیرہ سرزد نہ ہوا ہو۔ اور صغیرہ پر اصرار نہ ہو۔ صغیرہ پر اصرار کا مطلب علمائے کرام نے یہ لیا ہے۔ کہ صغیرہ گناہ اگر ایک بار سرزد ہو جائے۔ تو دوسری بار نہ ہو۔ محض طبیب ہونا اس امر کو مستلزم نہیں کہ وہ ضرور جھوٹ بولتا ہے۔ جب تک کہ اس کا جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو۔

سوال نمبر۵۔ نماز جماعت میں جبکہ پیش نماز چہار رکعتی یا سہ رکعتی نماز کی دو رکعت بالجہر در کوع و سجدتین بجا کر تیسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ کیا اس وقت اور نمازی شریک ہو سکتا ہے۔ یا حالت رکوع میں شریک ہو۔

الجواب۔ شریک ہو سکتا ہے۔ آخری دو رکعتوں کو اپنی پہلی دو رکعتیں قرار دے اور باقی نماز فرادیٰ حالت میں تمام کرے۔

سوال نمبر۶۔ نماز چار رکعتی میں بلا سلام والے تشہد کی ادائیگی کے بعد یعنی بحول اللہ سے پہلے اللہ اکبر کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب۔ واجب نہیں ہے۔

سوال نمبر۷۔ ایسا شخص جو کہ ہاتھ سے بھی کماتا ہو۔ اور صاحب زراعت بھی ہو کیا زکوٰۃ کا مستحق ہو سکتا ہے۔

الجواب۔ مستحقین زکوٰۃ آٹھ ہیں۔ اول و دوم فقیر اور مسکین لوگ۔ اگر کوئی فقیر ہونے کا دعویٰ کرے۔ اور اس کا سچ جھوٹ معلوم نہ ہو۔ تو احتیاط یہ ہے کہ اس کے فقیر ہونے کی پختہ خبر حاصل کرے۔ ہاں اگر سابق میں فقیر رہا ہو۔ تو اس کا قول مسموع ہے۔
تیسرے وہ لوگ جو زکوٰۃ جمع کرنے پر مامور ہوتے ہیں۔ چوتھے۔ مولفۃ القلوب۔

پانچویں ان غلاموں کو آزاد کرانا جو تکلیف میں ہوں۔ چھٹے قرضدار۔ ساتویں مطلق خیرات جیسے مدرسہ بنانا یا مسجد یا سرائے یا پُل بنانا یا حاجیوں۔ زائروں وغیرہ کی اعانت کرنا۔ آٹھویں وہ لوگ جو مسافر ہوں اور بے سہارا ہوں۔ اگرچہ اپنے وطن میں غنی ہوں بشرطیکہ ان کیلئے قرض لینا ممکن نہ ہو۔

پس جو شخص کمائی کرتا ہے۔ اور صاحب زراعت بھی ہے۔ بشرطیکہ اس کمائی اور زراعت میں وہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا کفیل ہو سکتا ہو مستحق زکوٰۃ نہیں ہے۔ خواہ اس کی آمدنی بالفعل ہو یا بالقوۃ۔

نوٹ :- سوالات ٹ تا ث فقہی مسائل ہیں۔ ان کے جوابات اگرچہ لکھ دئے گئے ہیں لیکن سائل کو چاہئے۔ کہ وہ ان کے جوابات کے لئے ایسے جامع الشرائط مجتہد کی طرف رجوع کرے جس کی وہ تقلید میں ہو۔ کیونکہ ہر مکلف پر جو خود درجۂ اجتہاد تک نہ پہنچا ہو کسی اعلم جامع الشرائط مجتہد کی تقلید واجب ہے۔ اور اسے اسی مجتہد کے مسائل پر عمل کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا بقایا استفسارات اور انکے جوابات بوجہ کمی صفحات کے اس پرچہ میں شائع نہیں ہو سکے۔ انشاء اللہ آئندہ پرچے میں مندرج ہونگے۔ یہ استفسارات نہایت ہی اہم ہیں۔ فقط آل احمد خلافت راشدہ کے متعلق ہیں۔ جوابات طوالت کی وجہ سے اس پرچہ میں شائع نہیں ہو سکے (ادارہ)

ضروری اعلانات

(۱) ممبران ادارہ:- ادارہ کا جو رکن ۵ روپیہ سالانہ ادا کرتا ہے۔ انکے لئے ماہنامہ کا بدل اشتراک علیحدہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ مگر ہمیں یہ دیکھ کر سخت ناامیدی ہوئی کہ بعض ممبران ماہنامہ تو باقاعدہ وصول فرما رہے ہیں مگر آجتک ماہنامہ کا بدل اشتراک ادا نہیں فرمایا۔ ازراہ کرم اپنے ذمہ واجبات اپنی پہلی فرصت میں ادا فرماویں۔

(۲) خریداران ماہنامہ:- آپکے ہاتھوں میں سال چہارم کا پہلا شمارہ ہے۔ اس پر خرچ زیادہ آتا ہے مگر سلسلۂ اصلاح وتبلیغ کے مقاصد کی وجہ سے وصول کم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا باقی رقم ممبران ادارہ کی معاونت سے ادا ہوتی ہے مہربانی فرما کر اس سال کا بدل اشتراک فوراً بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما کر ممنون فرماویں اور جن حضرات نے ابھی تک سال گذشتہ کی رقم بھی ادا نہیں فرمائی۔ وہ بھی فوراً متوجہ ہوں۔

(۳) معارف اسلام قومی پریس فنڈ:- قوم کیلئے پریس ریڑھ کی ہڈی کا حکم رکھتا ہے۔ فی زمانہ قوم کی ترقی پریس ہی میں مضمر ہے۔ کیا آپ نے اپنا عطیہ پریس فنڈ کیلئے ارسال فرمایا ہے؟ اگر نہیں تو جلد از جلد فنڈ کو مکمل کرنے میں مدد کریں۔ اپنا عطیہ کم یا زیادہ جو کچھ بھی آپ آسانی سے دے سکیں ارسال فرما کر باقاعدہ رسید حاصل کریں (ادارہ)

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا

ادارہ "معارف اسلام" اور ماہنامہ "معارفِ اسلام" کی سرگرمیوں کے متعلق بعض دوستوں کے خطوط کے اقتباسات قارئین کی اطلاع کے لئے درج ذیل ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بعد کیا ہمدردانِ اسلام پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ "معارف اسلام" کی توسیع اشاعت میں زیادہ سے زیادہ سرگرم ہوں اور دامے درمے۔ قدمے سخنے اس مفید ترین ادارہ کی پوری پوری معاونت فرمادیں۔

(ادارہ)

(۱) از سید جواد حسین نقوی مدظلہ (اسلامک ریسرچ سنٹر بھکر):- "..... ماہنامہ معارفِ اسلام کی افادیت سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ یہ مجلہ اللہ کے فضل سے دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ میں نے جب مجلہ کو ملاحظہ کیا تو مجھے "ترجمان القرآن" اور اس کے معیار میں چنداں فرق نظر نہ آیا۔ حالانکہ "ترجمان القرآن" کئی برسوں کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اس کے برعکس آپ کے مجلہ نے ابھی زندگی کے تین منازل ہی طے کئے ہیں۔ ہمارے عوام جامد نہیں بلکہ مذہبی لٹریچر جامد تھا۔ اس لئے اس قوم کے افراد فرسودہ باتوں سے تنگ آ گئے تھے۔ یہ مجلہ جب میں نے میانوالی کے قیم جماعتِ اسلامی کو دکھلایا تو وہ حیران و ششدر رہ گئے۔

آپ کی ضخیم کتاب "فتنۂ تفسیر بالرائے" معہ ضمیمہ "معارف الفرقان" میں نے خریدی تھی اور میری نظر سے گذری ہے۔ یہی کتاب جب میں نے دار المطالعہ جماعت اسلامی میانوالی میں قیم جماعت کو دکھلائی تو وہ حیران ہو گئے اور انہوں نے بھی یہ کتاب خرید لی۔ یاد رہے کہ وہ ان دنوں محترم پرویز کے رسالہ طلوعِ اسلام کو فائل کر رہے تھے۔ تاکہ مکمل کر کے مولانا مودودی سے اس کا جواب لکھایا جائے۔ یہ کتاب اس مقصد کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی اور انہوں نے ہاتھوں ہاتھ لی۔ ....."

(۲) از طرف جماعتِ اسلامی راولپنڈی:- "..... آپ کا گرامی نامہ ملا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا پرچہ (معارف اسلام) ہو گا رہا ہے۔ اس رسالہ کے علاوہ ہمارے پاس کئی دیگر رسائل بھی اعزازی طور پر آتے ہیں۔ ..... جہاں تک آپ کے پرچہ کی افادیت کا تعلق ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

آپ کا نقطۂ نظر اس سے بالکل صحیح طور پر واضح ہوتا رہتا ہے ۔۔۔"

(۳) از طرف محترم سیّد نصیر حسین صاحب نقوی - حسن ابدال:

"۔۔۔۔ مجلہ معارف اسلام کی ترقی کا دل سے خواہاں ہوں اور یہ خیال دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے کہ یہ معیاری جریدہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ آپ نے ضخامت بڑھا کر ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ مضامین کی جامعیت کا کیا کہنا۔ آپ کے ادارتی نوٹ اس کی جان ہوتے ہیں۔ علامہ مرزا صاحب قبلہ دام ظلہ تو اس میدان صحافت کے کہنہ مشق اور تجربہ کار شاہسوار ہیں۔ جناب کاظمی صاحب کے علمی فتوحات بھرپور مقبولیت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ دو کتابوں کی رسالہ کے ساتھ اشاعت بھی مستحسن اقدام ہے۔ اللہ کرے کہ قوم کی توجہ سے یہ ادارہ اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنا سکے۔۔۔۔"

(۴) از محترم حکیم کریم بخش صاحب آف عبد اللہ پور:-

"الحمد للہ مجلہ معارف اسلام اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ شاہراہِ ترقی پر گامزن ہے۔ وسعتِ حجم کے سبب وسیع مضامین کیلئے میدان فراخ ہو گیا ہے۔ اسکو اعلیٰ مضامین کے ذریعے اور تابناک و مقبولِ عوام و خواص فرمایا جائے۔ اس کے ذیل میں ضروری عرض کرتا ہوں اور منظوری کی استدعا کرتا ہوں کہ اشاعتِ علوم اہل بیت علیہم السلام کے سلسلے کو مستقل قرار دیا جائے۔ جس کا عنوان اقوال الاظہار فی علوم الغیب والاسرار موزوں فرمایا جائے۔ جس کے ماتحت ہر قسم کی سائنس۔ جو یادی سیارگان۔ قربِ قیامت کی علاماتِ خاص۔ علمی موشگافیاں۔ ہر قسم کے غیب کی خبریں جو آج تک ظاہر ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ سلسلہ وار رسالہ میں شائع ہوتی رہیں۔۔۔۔"

(۵) از محترم کاظم حسین صاحب جعفری - سرگودھا:-

"کئی مہینوں سے استفسارات کا حصہ نظر نہیں آتا آخر کیا وجہ ہے۔ یہ بہت اچھی بات تھی کہ کئی سوالات کا تسلی بخش جواب مل جایا کرتا تھا۔ اس حصہ کو جاری فرما دیں۔ یوں تو سارے شماروں (معارفِ اسلام) کی تعریف کرنا ہی پڑتی ہے۔ لیکن جو ماہ مارچ کے شمارے کی "بوٹا سنگھ" کا قصہ اور مسلمانوں کی غیرت" سے شان دوبالا ہو گئی ہے۔ لائق صد ستائش ہے۔ ایسے آرٹیکل دینے سے شاید مسلمانوں کی آنکھیں کھل جائیں۔ خدا اس ادارے کو مسلمانوں اور اسلام کی خدمت کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرما دے اور اسے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی دے۔۔۔"

اس صورت میں تو اُمتِ محمدیہ کو ایک مدت ہی سے لاوارث تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ سلطنتِ اسلامیہ برائے نام بھی عرصہ ہوا کہ ختم ہو چکی اور موجودہ دور کی علیحدہ علیحدہ مسلمان ملکوں کو مملکتِ اسلامیہ نہیں کہا جا سکتا نہ ہی ان پر حکمران جماعتوں یا افراد کو اسلامی طور پر اولی الامر کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان میں اختلافات کی وجہ سے اور ہر ملک کے جدا جدا مفاد کی بناء پر علیحدہ علیحدہ قسم کی اطاعت لازم آئے گی چاہے وہ ایک دوسرے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ برعکس اس کے اسلامی حکومت میں تمام دُنیا کے نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کا مفاد مشترکہ ہوتا ہے۔ اس میں چونکہ اولی الامر ایک ہوتا ہے۔ لہذا اس کی اطاعت کسی بھی ملک کی مخالفت نہیں ہو سکتی۔ لہذا ثابت ہوا کہ قرآن میں جس اولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے ملکوں کی حکمران جماعتوں یا افراد سے اُس کا کچھ تعلق نہیں۔ اُس کا بہرحال موجود ہونا لازمی ہے۔ چاہے اس کے ہاتھوں میں انتظامِ ملکی ہو یا نہ ہو۔ چاہے کوئی اسے تسلیم کرے یا نہ کرے وہ مملکتِ اسلامیہ کا بادشاہ ہے۔ وہ اُمتِ محمدی کا وارث ہے۔ امت لاوارث نہیں۔ ارشادِ خداوندی ملاحظہ فرمائیے:۔

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا | اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ان پر جو اس سرزمین

اعتراض:۔ اگر اطاعتِ اولی الامر سے کسی بھی دُوسرے ملک کی مخالفت نہیں ہو سکتی تو پھر جہاد کا کیا مطلب ہوا۔ درآنحالیکہ جہاد میں دُوسرے کے خلاف فوج کشی ہی ہوتی ہے۔ (صدیقی)

جواب:۔ اوّل تو جہاد صرف فوج کشی ہی کا نام نہیں۔ سب سے پہلا جہاد اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ اگر آپ کا نفس ہی دینِ اللہ کے ماتحت نہیں تو آپ دوسروں کو دینِ اللہ کے تحت لانے کے کیونکر مجاز ہو سکتے ہیں۔ پھر جہاد باللسان و جہاد بالقلم بھی ہے۔ جہاں تک جہاد بالسیف یا فوج کشی کا تعلق ہے۔ یہ بغیر حکمِ معصوم کے سراسر ناجائز ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ غیر معصوم کی سرکردگی میں غلط قدم اٹھانا عین ممکن ہے۔ لہذا اگر غلط قدم اٹھ گیا تو وہ جہاد نہ رہے گا۔ بلکہ اس کے بالکل برعکس یعنی ظلم ہوگا۔ معصوم اگر جہاد کا حکم دے گا تو وہ چونکہ غلط حکم نہیں دے سکتا لہذا وہ عین دینِ اللہ کے ماتحت ہوگا۔ بلکہ اس حکم کے تسلیم نہ کرنے سے گناہ لازم آئے گا۔ (اپنی حفاظت میں تلوار اٹھانا اگرچہ ہر وقت جائز ہے اس امر کا جہاد سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ سراسر دفاع ہے۔ جس میں کہ معصوم یا غیر معصوم کا سوال پیدا نہیں ہوتا) جہاد امن و امان پیدا کرنے کیلئے کیا جاتا ہے۔ نہ کہ جذبۂ مخالفت کے تحت۔ لہذا مخالفت نہیں ہوتی۔ اس کی مثال آپریشن (OPERATION) کی ہے کہ جسم کا کوئی عضو گندہ ہو گیا ہے۔ اس کے قائم رہنے سے انسان کی زندگی کا خطرہ ہے۔ لہذا قرینِ عقل و عدل یہی ہے کہ اُسے جدا کر دیا جائے۔ لہذا جہاد انسان کی مخالفت نہ ہوئی بلکہ ہمدردیِ انسانیت۔ (رضیات)

فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ - (پارہ ۲۰ القصص)	میں کمزور کر دیئے گئے ہیں۔ احسان کریں اور ان کو امام بنائیں اور ان کو ہم وارث قرار دیں۔

تدبر کرنے سے اس آیت مجیدہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ منشاء خالق کے مطابق جو اس زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں، وہی امام ہیں اور وہی اس ولایت کے وارث ہیں۔ مگر جمہوری اور اجتماعی اصولوں کو درست تسلیم کرنے سے تو منتخب فرد یا جماعت کمزور نہیں کی گئی بلکہ اس کے ہاتھوں کو طاقت دی گئی اور اقتدار ان کے ہاتھ میں پبلک کی طرف سے سونپا گیا۔ ان کا دنیا میں کمزور کیا جانا کیونکر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ البتہ کمزور کیا جانا اس کا ثابت ہوتا ہے۔ جس کے ہاتھوں میں حکومت نہ دی گئی ہو اور جسے ہمیشہ حکومت سے علیحدہ رکھا جائے۔ لہٰذا وارث یا امام کے لئے ضروری نہیں ہے کہ حکومت کی باگ ڈور بھی اُسی کے ہاتھ میں ہو۔

پھر ارشاد باری ہے :-

یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ (پارہ ۱۵ بنی اسرائیل)	وہ دن جب ہم ہر زمانے کے لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

ثابت ہوا کہ ہر زمانے میں اُمّت کا وارث موجود ہوتا ہے۔ وہی اولی الامر وقت اور وہی امام وقت ہوتا ہے۔

امن عالم کے لیے جمہوریت کی ناکامی

اگر تمام تاریخ کو مسلسل پڑھ جائیں تو صاف نظر آتا ہے کہ جمہوریت کے قائم کردہ اصولوں کے مطابق دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکا۔ جمہوریت جن حکومت انسان کے سپرد کر کے امن قائم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ تاریخ اسلام میں بھی مسلسل بدامنی کا دور دورہ محض اسی سبب سے رہا کہ انسان خود اقتدار حکومت سنبھالنے میں محو رہا۔ قول اقبال ہے۔ ؎

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت — حریت را زہر اندر کام ریخت

ہوس اقتدار نے ایک دوسرے کی مخالفت کو لازم سمجھا۔ مسلم عوام ہمیشہ اسلام کے نام پر "لا الہ الا اللہ" کے نعرے کی محبت میں دھوکا کھاتے رہے۔ اور ہوس اقتدار کا نشانہ بن کر حریصوں کے اپنا اُلّو سیدھا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوئے۔ کاش کہ وہ "اختیارات حکومت من جانب اللہ" کا اصول تسلیم کر لیتے اور عملاً اسی اصول کے پابند ہو جاتے تو اولی الامر ظاہر ہو کر مملکت اسلامیہ پر قابض ہوتا اور مسلمانوں کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا جو آج دیکھ رہے ہیں کہ اسلامی ممالک کبھی امریکہ کی پشت پناہی چاہتے ہیں۔ اور مالی امداد کا سوال کرتے ہیں اور کبھی روس سے

پاراڈ کو نمٹنے کا سوچتے ہیں۔ اور کبھی برطانیہ کی ناراضگی مول لینے کے خوف سے کھلے بندوں ایک دوسرے کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ ان تمام ممالک میں افتراق ہے۔ اور ایسے مسائل پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ کہ آپس میں ہی بعض اسلامی ممالک ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے ہیں۔ اسلامی ملکوں کے علاوہ دوسری اور بڑی طاقتوں پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ تمام دنیا میں ابتری پھیلی ہوئی ہے۔ ہر طرف بدامنی ہی بدامنی کا دَور دَورہ ہے اس مسئلہ پر ڈاکٹر بشیر احمد صاحب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کی ایک حالیہ تقریر سے روشنی پڑتی ہے جو کہ انہوں نے گورنمنٹ کالج چھوٹوال کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر ۳۱ مارچ ۱۹۵۳ء کو کی جس کو روزنامہ "امروز" نے اپنی ۲ اپریل ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں درج کیا ہے۔ جس میں ڈاکٹر صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ "موجودہ نسل جمہوریت رواداری اور عدل و انصاف کی اہل ثابت نہیں ہوئی اور اب ان اصولوں کو حقیقت کا روپ دینا چاہیے"۔ اگر عدل و انصاف اور رواداری کو بالائے طاق رکھ دیا جائے تو جہاں تک جمہوریت کا سوال ہے۔ اس کو تو حقیقت کا رُوپ دیا جا چکا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ تمام دُنیا میں جمہوریت کار فرما ہے۔ مہذب اور غیر مہذب تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ تمام قسم کے ممالک کی مثالیں موجود ہیں۔ کہیں بھی امن نہیں۔ نہ ہی انفرادی طور پر ہر ملک میں، نہ ہی اجتماعی طور پر تمام عالم میں۔ دُنیا کے مدبرین اپنے تمام مادی جتن ختم کر چکے ہیں۔ روزانہ قسم قسم کے نئے اصول ایجاد ہوتے ہیں۔ اور خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر جوں جوں ایسا ہوتا ہے۔ دنیا کے مصائب بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ انسانیت کو ختم کرنے کے لئے نئے سے نئے ہتھیار تیار ہو رہے ہیں۔ یہ کہلاتے تو مہذب اور ترقی یافتہ ممالک ہیں۔ مگر دن رات انسانیت کو ختم کرنے کے لئے ان کی مشینیں ہتھیار بنانے کے لئے وقف ہیں۔ دُنیا مدت سے جنگوں میں مبتلا ہے۔ ایک جنگ ختم ہوتی ہے تو دوسری کے لئے تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ جمہوریت امن پیدا کرنے میں ناکام رہی۔ کیوں؟ محض اسی وجہ سے کہ انسانوں نے اپنے حاکم خود اپنی مرضی سے بنائے۔ بعد میں خود ہی انہیں ہٹا کر پچھتائے۔ اور (VOTE OF NON-CONFIDENCE) یعنی عدم اعتماد کی تحریکیں جاری کرنے لگے۔ مگر اس سے بدامنی اور بڑھی اور حکومت عوام کے نمائندوں کے ہاتھوں میں دینے کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ وجہ محض یہی کہ مختلف خیال اور مختلف طبیعتوں کے افراد کو اختیارات سونپے جاتے ہیں۔ اور جو کوئی آتا ہے۔ اپنی علیحدہ طبیعت اور علیحدہ خیال کی بنا پر ہر معاملہ کو علیحدہ علیحدہ زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ دنگر واحد منشاء ایزدی کے ماتحت، پھر بھی کوئی آتا ہے کبھی کوئی دوسرا

ہر ایک کے پیشِ نظر اپنا اور اپنی پارٹی کا مفاد ہوتا ہے۔ عوام صفت میں بے وقوف بنتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ ان کی رائے غلط بھی ہو سکتی ہے اور نیک اور قابل افراد فی الحقیقت عالم مطلق ہی کے علم میں ہیں۔ ہماری نیکی اور بدی ہم سے زیادہ ہمارا خالق جانتا ہے۔ مسلمان یہ نہ سمجھا اور غلط رَو میں بہہ گیا۔ سلاطینِ جور کے پیچھے لگ کر مادّی قوانین کو اپنانے لگا۔ اصولِ اسلام یعنی خدا کی بادشاہت کو پسِ پشت ڈال دیا۔ "ہر مُلک مُلکِ ماست کہ مُلکِ خدائے ماست" کو بھلا بیٹھا اور وطنیت کی چار دیواری میں محدود ہو کر جُدا جُدا وطن کے جُدا جُدا مفاد کی بناء پر باہم دست و گریباں ہو گیا۔ یہ امرِ واقعہ نہ صرف اسلامی ممالک کے متعلق ہی ہے۔ بلکہ غیر اسلامی ممالک اس اصول پر زیادہ کاربند نظر آتے ہیں۔ جس وطن کا کوئی باشندہ ہے۔ وہ اپنے وطن کے لیے ہی سب سے زیادہ بہتری چاہتا ہے۔ دوسرے جائیں جہنم میں۔ امنِ عالم کے لیے سب سے زیادہ یہ اصول زہرِ قاتل ہے۔ قولِ اقبالؒ ؎

ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور	تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے	جو پیرہن اس کا ہے وہ ملت کا کفن ہے

سادہ دل مسلمان کو غلط راستہ پر لگا کر عالم کی مشترکہ حکومت سے محروم کر دیا گیا۔ صاحبانِ حکومت کی اسلام کے ساتھ یہ سب سے بڑی غداری تھی۔ جس سے مسلمان اس نعمتِ عظمیٰ یعنی اولی الامر وقت کی معرفت کھو بیٹھا۔ "دنیا میں امن قائم کرنا" جو ڈیوٹی مسلمان کے ذمہ تھی وہ اس سے چھین لی گئی۔ اور مسلمان اسی وقت سے لڑکھڑا رہا ہے۔ ہٹتا نہیں اس لیے کہ بنیاد تو مضبوط ہے جو بہترین کاریگر کی رکھی ہوئی ہے۔

موجودہ دنیا کے ممالک اور ان کی حکومتوں پر نظر ڈال لیجیے۔ ان کے جُدا جُدا حکومتوں کے طریقوں اور جُدا جُدا مفاد کو بھی پیشِ نظر رکھیے۔ تمام حالات کو دیکھنے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ حالات میں تمام دنیا میں واحد حکومت کا قیام ناممکن ہے۔ اور جب یہ ناممکن ہے۔ تو قیامِ امن بھی ناممکن ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ہم اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تاوقتیکہ اس اصول کو تسلیم نہ کر لیا جائے کہ تعینِ امیر خدا ہی کے اختیارات میں ہے۔ اور جس وقت یہ اصول کم از کم تمام مسلمان مشترکہ طور پر تسلیم کر لیں گے۔ لاریب ذاتِ احدیت پر بھی لازم آئے گا کہ وہ اولی الامرِ اسلام کو ظاہر فرما دیوے۔ ورنہ دنیا اسی طرح غوطے کھاتی رہے گی یا بصورتِ دیگر گمراہی کی انتہاء کے بعد قدرت خود اپنے اختیاراتِ جباری و قہاری

کو کام میں لائے گی۔ اور امیر المسلمین یعنی اولی الامرِ وقت کو ظاہر فرمائے گی۔ جب آپ اس اصول کو تسلیم ہی نہیں کرتے تو عقلاً اصولاً اور انصافاً آپ یہ پوچھنے کے بھی مجاز نہیں کہ "امام زمانہ" یا اولی الامرِ وقت "کہاں ہے"۔ نہ ہی خداوند تبارک و تعالےٰ پر اولی الامر کے ظاہر نہ کرنے کا الزام عاید ہوتا ہے۔ لہٰذا کم از کم ملّتِ اسلامیہ اگر مشترکہ طور پر اس قرآنی اصول کو تسلیم کر لیوے تو عقلاً اولی الامرِ وقت کو ظاہر کرنا ذاتِ خالق پر بھی لازم آتا ہے۔

خلاصۂ کلام

جمہوریّت کے متعلق گذشتہ تمام بیانات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:۔

اوّل:۔ اسلامی اصولوں کی رُو سے زندگی کا ہر شعبہ دینِ اللہ کے ماتحت ہے۔ رائے عامہ کے ماتحت نہیں۔

دوم:۔ جمہوریّت اگرا پنے حقیقی مفہوم کے ماتحت بھی عمل میں آئے تو اس کا اجراء محض رائے عامہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور کل رائے عامہ کے ماتحت بھی نہیں بلکہ اس کے ایک جزو یعنی اکثریّت کی رائے کے ماتحت چاہے وہ غلط ہو یا صحیح ہو۔

سوم:۔ اسلامی یعنی قرآنی اصولوں کی رُو سے اکثریّت محض دلیلِ حقانیّت نہیں۔ بلکہ اکثریت ہمیشہ بے ایمان۔ گمراہ۔ بے علم۔ جاہل۔ ناشکرے، فاسق۔ بد اعمال۔ بے عقل۔ کاذب۔ بد عہد۔ حق سے متنفّر۔ کافروں کے دوست۔ یادِ خدا سے غافل اور زیادتی کرنے والوں کی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس۔ خدا کے شکر گزار۔ عقلمند۔ ایماندار۔ ذی علم۔ سچے اور حق پر قائم رہنے والے ہمیشہ قلیل ہوتے ہیں۔

چہارم:۔ اسلامی اصولوں کی رُو سے بروئے قرآن۔ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" کے تحت انسانوں کا اس معیار کے مطابق تولنا ضروری ہے۔ مگر جمہوری اصولوں کی رُو سے بقول اقبالؔ جمہوریّت وہ طرزِ حکومت رہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے۔

پنجم:۔ موجودہ دَور کے جمہوریت پسند مسلمانوں کے مشہور قول "اسلامی و جمہوری تقاضے" کی رُو سے بھی اسلام اور جمہوریّت دو علیحدہ علیحدہ طریقے ثابت ہوتے ہیں۔

ششم:۔ دینِ اسلام کے کامل ہونے تک کے دَور میں کہیں بھی جمہوریّت کار فرما نظر نہیں آتی۔ نہ ہی پہلے انبیاء کے دَور میں نہ ہی عہدِ رسالت مآب میں۔ بلکہ بعد از رسولؐ بھی تمام جہاد

خلافتِ اسلامی یعنی عہدِ سلطان عبدالمجید آف ٹرکی تک کسی عہد میں بھی جمہوریت کا نعرہ کسی نے بلند نہیں کیا اور ہمیشہ خلیفہ کو ذاتی طور پر مکمل اختیارات حاصل رہے۔ یعنی کہیں بھی یہ ضابطہ بطور قانون عملی موجود نہیں کہ خلیفہ کو رائے عامہ یا مجلسِ شوریٰ کی اکثریت کے فیصلے کا پابند ہونا پڑے گا۔ یا جو مجلسِ شوریٰ کی اکثریت فیصلہ کرے گی۔ خلیفہ کو ضابطے کے ماتحت اسی فیصلہ کو صاد کرنا پڑے گا۔

ہفتم :- تمام اسلامی دَور میں آج تک کسی امیر یا خلیفہ کو باضابطہ انتخابات (ووٹنگ) قائم کر کے کبھی نہیں چُنا گیا۔ نہ ہی آج تک کسی خلیفہ کی کوئی مجلسِ شوریٰ عامۃ المسلمین کے ووٹنگ سے قائم کی گئی ہے۔

ک۔ اعتراض :- عہدِ اسلامی میں خلیفہ یا امیر کی ہمیشہ بیعت ہوتی رہی ہے۔ اس بیعت کو کیوں نہ انتخابات یا ووٹنگ کے مترادف سمجھ لیا جائے؟ (محمد تقی)

جواب :- بیعت اور انتخابات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر تو بیعت بیک وقت دو دو تین تین یا چار چار امیدواران خلافت و امارت کی ہوتی رہی اور پھر اس بیعت کا نتیجہ معلوم ہونے کے بعد کہ کتنے آدمیوں نے ایک کی بیعت کی اور کتنوں نے دُوسرے کی اور جس کی زیادہ آدمیوں نے بیعت کی اس کو خلیفہ منتخب گردانا گیا تو یقیناً بیعت کو رائے عامہ یا انتخابات کا مترادف گردانا جا سکتا ہے۔ اور وہ بھی اکثریت کا۔ کل کا نہیں۔ اور جب یہ اظہر من الشمس ہے کہ تمام دَورِ اسلامی میں کبھی ایسا آخر تک نہیں ہوا تو بیعت کو انتخابات یا ووٹنگ سمجھ لینا سرتاپا غلط ہے۔ اس امر سے انکار محال ہے۔ کہ خلیفہ یا امیر بیعت سے پیشتر کسی مخصوص معینّہ ضابطے کے ماتحت نہیں بنتے رہے بلکہ جس غیر معینّہ طریقے سے بھی کوئی بن گیا۔ اختیار حاصل کر لینے کے بعد لوگوں سے بیعت کرائی جاتی تھی۔ اور بنے ہوئے حکمران کی مخالفت کی عوام سے توقع رکھنا بے سود ہے۔ مخالفت چند مخصوص ہستیاں کر سکتی ہیں۔ مگر جب اقتدار پیشتر ہی دوسرے کے ہاتھ میں آچکا ہو تو اُن کی مخالفت سے ان کا کیریکٹر تو ثابت ہو جائے گا۔ مگر مخالفت کا اثر نہ ہوگا "چڑھتے سورج کی پرستش" کا محاورہ زبان زدِ عام ہے۔ یہی حال بیعت بعد از حصولِ اقتدار کا ہے۔ پھر اس بیعت میں ایک بڑا سقم یہ بھی رہا کہ بیعت کسی ضابطے کے ماتحت (باقی صفحہ ۱۰۱ دیکھئے)

ہشتم :- بدقسمتی سے تاریخِ اسلام میں لفظ "خلافت" یا "خلیفہ" سے محض "انتظامِ ملکی" یا "برسرِ اقتدار فرد" مراد لیا جاتا ہے۔ اور اسی کو نائب یا خلیفۂ رسول کہا جاتا ہے۔ دراں حالیکہ نائب یا خلیفہ و رسول کو بعد از رسولؐ مذہبی اور سیاسی بلکہ زندگی کے جملہ امور میں علمی و عملی برتری حاصل ہے۔ اور تاریخ میں بکثرت مثالیں ایسی موجود ہیں کہ امراء یا خلفاء اس برتری سے محروم تھے۔ ان امور میں دوسرے بزرگوں کے محتاج رہے۔

مثلاً خلیفہ عبدالملک جب ملکی کرنسی کے سلسلہ میں قیصرِ روم سے عاجز آ گیا تو حضرت امام محمد باقرؑ سے رجوع کر کے اس مصیبت سے نجات پائی اور قیصر کو شکست دی۔ حالانکہ حضرت امام محمد باقرؑ کے ہاتھوں میں اقتدار نہ تھا۔ اسی طرح خلیفہ ہارون الرشید اپنے فقہی مسائل میں قاضی ابو یوسف و یحییٰ وغیرہ کا ہمیشہ محتاج رہتا تھا۔ حالانکہ عنانِ حکومت ان کے ہاتھوں میں نہ تھی۔ لہٰذا خلافتِ محمدیہ فی الحقیقت محتاجِ حکومت نہیں۔ خلیفۃ المسلمین محض اعلم ترین و عامل ترین و متقی ترین و عاقل ترین و بہادر و شجاع ترین یعنی بہترین مسلمین ہی ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہوتا ہے۔ خواہ اس کے پاس حکومت ہو یا نہ ہو۔ خواہ اسے کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے۔ وہ لوگوں کا محتاج نہیں بلکہ لوگ اس کے محتاج ہیں۔

نہم :- مسلمانوں کی سرداری کے لئے معیار عوام کے ووٹ یا جمہوری انتخاب نہیں بلکہ معیار تقویٰ و قابلیت ہے۔

دہم :- جمہوریت محض غیر مسلم یورپائی حکمران اقوام کی پیداوار ہے۔ چونکہ گذشتہ

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۰۰) نہیں ہوتی رہی یعنی ہر فردِ مسلم سے بیعت نہیں لی گئی بلکہ محض سربرآوردہ اشخاص سے۔ حالانکہ جمہوری تقاضوں کی رُو سے ہر فردِ واحد کو ووٹ دینے کا حق ہے۔ اور اسلام میں حقوق کے لحاظ سے امیر و غریب کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔ برتری کا معیار تقویٰ ہے۔ اور یہ تقویٰ محض سربرآوردہ افراد ہی کو حاصل نہیں۔ بلکہ غرباء میں یہ صفت زیادہ ہے۔ لہٰذا محض سربرآوردہ حضرات سے بیعت لینا بھی ان کے مفید مطلب رہا بلکہ اقتدار جو بغیر انتخاب کے حاصل ہو چکا تھا محض اس کو قائم رکھنے کے لئے یہ لی جاتی رہی ہے۔ (غیاث الدین)

دور میں دُنیا میں مسلمان حکمرانوں کی کمزوری اور خود غرضی کی وجہ سے ان اقوام نے دُنیا میں سیاسی و سائنسی اقتدار حاصل کر لیا۔ اور جمہوریت کے اصولوں کے ماتحت چونکہ ہر عالم و جاہل۔ خاطی و پرہیزگار۔ نیک و بد کے لئے اقتدار حاصل کرنے کا راستہ کھل جاتا ہے۔ لہٰذا موجودہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے بھی اس دِل خوش کُن امید اور حکمران اقوام کے اثرات کے ماتحت "اسلامی جمہوریت" یا "اسلام میں جمہوریت" کا نعرہ بلند کیا۔ وگرنہ اگر اسلامی اصول کے ماتحت زندگی کا ہر ایک شعبہ دین اللہ کے ماتحت ہے۔ تو خلیفہ رسولؐ یا امیرالمسلمین کا من جانب اللہ ہونا یقینی اور ضروری ہے۔

"جمہوریت" کے متعلق تو بیان ختم ہوا۔ اب آئندہ صفحات میں "امامت" کے متعلق ضروری وضاحت کی جائے گی اور بعد ازاں "عہدِ امامت" سے پیش کردہ راہِ عمل نہ صرف اسلامی حکومتوں کے لئے بلکہ غیر اسلامی حکومتوں کے سامنے بھی پیش کیا جائے گا۔ تا کہ دُنیا سے فساد کسی حد تک ختم ہو سکے اور امن و امان کسی حد تک پیدا ہو سکے۔

امامت

قانونِ اسلام اور اُس کا نفاذ

جیسا کہ پیشتر بھی بیان کیا گیا نظامِ حکومت اسلامیہ نہ شخصی ہے نہ جمہوری بلکہ شرعی ہے۔ یعنی امر و رضاءِ شارعِ حقیقی پر موقوف ہے۔ چونکہ قانونِ اسلام کسی شخص یا جمہور کا وضع کردہ نہیں۔ نہ ان کی مرضی کو اس میں کوئی دخل ہے۔ قانون خدا تعالےٰ کا بنایا ہوا ہے۔ جس میں ردوبدل بھی طاقتِ بشری سے باہر ہے۔ اس لئے اصولاً و عقلاً کسی فرد یا اکثریت کے لئے اُس قانون کو اپنی مرضی سے نافذ کرنے اور اُس قانون کی تاویل و تنقید کا حق اپنے نمائندوں کے سپرد کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔ اس قانون کا نفاذ صرف ایسے ہی متبرک ہاتھوں سے ہو سکتا ہے جو اول تو حاکمِ حقیقی کی طرف سے رعایا پر مقرر کئے گئے ہوں اور پھر اس قانون کے ایک ایک مقام سے اس کی ایک ایک دفعہ سے کما حقہٗ طور پر واقف ہوں اور سمجھتے ہوں۔ اُس شخصیت کو شارعِ حقیقی کا مقرر کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شخص واقعی اس بات کے قابل اور اس امرِ عظیم کا مستحق ہے۔ جو قانون کے ایک ایک حرف کے مطالب و معنی سے نہ صرف واقف ہی ہے بلکہ اس کے نفاذ یعنی (Execution of law) میں بھی ماہر و یکتائے روزگار ہے۔ جو خود سب سے بڑھ کر اس قانون پر کلی طور پر عامل ہے۔ جو تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنا مثل نہیں رکھتا۔ جو خود غرضی سے بالکل علیحدہ ہے۔ جس کی نیت پر کسی قسم کا شبہ ہونے کی گنجائش ہی نہیں۔ عقلاً و انصافاً صرف ایسا ہی شخص قرآنی قانون کو نافذ کر سکتا ہے۔ اور یہ ایک عیاں اور طے شدہ بات ہے۔ کہ کوئی شخص کسی کے کہنے سے ایسا نہیں بن سکتا بلکہ اپنی ذات سے ہی ان صفات کا حامل ہو سکتا ہے۔ جمہوریت کے ووٹ کسی میں یہ صفات پیدا نہیں کر سکتے۔ برگزیدۂ خدا تعالےٰ ہونا اور عالمِ علمِ کتاب ہونا[1] کسی فرد کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔

---

[1] عالم علم کتاب ہونے کا معیار مندرجہ ذیل آیۂ مجیدہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ [illegible]

جب ایک معمولی سکول یا کالج کے لئے ایک علم سے واقف بلکہ سند یافتہ ہونا لازمی ہے۔ تو دنیا کے سب سے اہم امر یعنی نفاذِ قانونِ قرآن کے لئے اختیارات کیونکر جمہور کے سپرد کئے جا سکتے ہیں۔ جمہور کے سپرد ہی نہیں بلکہ جمہور کو کیونکر یہ اختیار دیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے قرآنی قانون نافذ کرنے کے لئے کسی فرد یا جماعت کو مختار بنا دیں۔ جب طلباء اپنے ووٹوں کی اکثریت سے معلم کے دماغ میں علم داخل نہیں کر سکتے تو علم کتاب کی مکمل علمیت کیونکر جمہور کی رائے سے کسی میں داخل ہو سکتی ہے۔ اس مقام پر حضرت علامہ سید علی نقی صاحب قبلہ (لکھنوی) کی کتاب "وجودِ حجت" کے مندرجہ ذیل فقرات ہر ذی علم مسلمان کی توجہ کے قابل ہیں:-

"انسان نقائص کا مجموعہ اور کمزوریوں کا مجسمہ ہے۔ بڑے بڑے ذمہ دار افراد ان کمزوریوں سے بلند نہیں جو انسانی جذبات کے تحت میں عام طور پر پائی جاتی ہیں۔ حکومتوں کے نظم و نسق میں جو تمام تر آئین پر مبنی ہوتا ہے۔ انتہائی درجہ تک بے آئینی صرف کی جاتی ہے۔ لیکن اس بے آئینی کو کھینچ تان کر آئین ہی کے سر منڈھا جاتا ہے۔"

پھر اگر امامت و خلافت بھی ایسی ہی خود ساختہ کارروائی کا نتیجہ ہے تو اُس کے لئے ایک شخص کا امام و خلیفہ نام رکھ کر اس کے افعال کی ذمہ داری اسلام کے سر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۳) واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام و بلقیس کے ضمن میں مرقوم ہے:-

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۔ قف (پارہ ۱۹ ع ۱۱ النمل)

اس شخص نے جس کے پاس علم کتاب کا ایک ادنیٰ جزو تھا (حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں) یہ عرض کی کہ میں اُسے (بلقیس کو) لائے دیتا ہوں۔ قبل اس کے کہ آپ کی پلک بھی جھپکے۔ چنانچہ جب (حضرت سلیمانؑ نے) اس کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو فرمایا۔ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔

ظاہر ہے کہ علم کتاب کے ایک جزو سے جو واقف تھا۔ اس میں اس قدر طاقت موجود تھی کہ برسوں یا مہینوں کی راہ کو تختِ بلقیس کے اس نے طرفۃ العین میں طے کر لیا پس جو پوری کتاب کا عالم ہو اس کی طاقت کا اندازہ تو شق القمر یا ردّ الشمس سے آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ مگر یہ علم فضلِ ربی ہے۔ من جانب اللہ ہے۔ جمہور کے ووٹوں سے کسی کے دماغ میں نہیں ٹھونسا جا سکتا۔ جیسے جاہل کو بڑے بڑے علماء و مفکرین کسی میں ایسی ادنیٰ طاقت بھی ہے۔ (ق)

گفتگو چھیڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ اس غرض کے لئے دنیاوی بادشاہان اور سلاطین کے اصول و قوانین بہت کافی ہیں۔

لیکن اگر امامت کوئی ایسی چیز ہے۔ جس سے حقیقی معنوں میں مفادِ اسلام کا تحفظ منظور ہے۔ تو اس کو ایسا ہی ہونا چاہیئے جو ان کمزوریوں سے علیحدہ ہو۔

ایک طرف تو مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ قانونِ اسلام خداوندِ عالمین ہی کا وضع کردہ ہے۔ اور اس میں تمام تر اسی کی مرضی کو دخل ہے۔ کیونکہ مخلوق کی بہتری کو سب سے زیادہ اس کا خالق ہی جاننے والا ہے۔ اور حق حکومت و اختیار صرف اسی کو حاصل ہے۔

دوسری طرف اس کی موجودگی میں وہ قانون کو نافذ کرنا ہی نہیں بلکہ قانون کے نافذ کرنے کا حق عطا کرنا اپنے اختیار میں لے لیتے ہیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ نفاذ انسان ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ نافذ کرنے والے کو یہ حق انسان عطا کریں گے یا وہ جس کو کہ حق حکومت و اختیار حاصل ہے۔ یعنی خداوندِ عالمین عطا فرمائے گا۔ ظاہر ہے کہ جس کو آپ حاکمِ مطلق سمجھتے ہیں وہ ہی یہ حق دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ نتیجتاً و اصولاً مرکزی طاقت و اقتدار اور اس قانون کا نفاذ اور اس کی تاویل و تنقید کا حق و اختیار صرف اسی کو حاصل ہے جو بادشاہِ حقیقی کا مقرر کردہ نمائندہ ہو اور اس کا ہر فعل و قول کسی شخصیت یا جمہور کی ہر نکتہ چینی سے بالاتر رہ کر شارعِ حقیقی کے امر و تصدیق کے ماتحت رہے۔ چاہے وہ جمہور کی مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اسی کی پیروی کی جا سکتی ہے اور اسی کی پیروی کا حکم ہے۔ اسلام نے جمہوری طریقے سے کسی کی بھی پیروی کو قطعی تسلیم کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اکثر جگہ اکثریت کی پیروی کو صریح طور پر ممنوع قرار دیا ہے۔ آیاتِ مندرجہ زیرِ عنوان "آیاتِ قرآنی" "مقدمہ" ملاحظہ فرمایئے۔ یہ امر صاف صاف الفاظ میں ارشاد کیا گیا ہے۔

امام۔ مسلمان اور اسلامی حکومتیں

ایسی شخصیت جس کی صفات اوپر بیان کی گئی ہیں۔ قرآنِ ابراہیمی کی رو سے بموجب قرآن "امام" کہلاتی ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَہْدِی الظّٰلِمِیْنَ

(پ ۱ ع ۱۵) یعنی میں تم کو لوگوں کا امام مقرر کرتا ہوں (ابراہیم نے) عرض کی میری اولاد میں سے خدا نے فرمایا جو ظالم ہوں گے انکو یہ عہدہ نہ پہنچے گا۔

جس طرح خدا تعالیٰ اور رسولؐ کی پیروی لازمی ہے۔ خدا تعالیٰ ہی کے فرمان کے مطابق امام کی پیروی بھی لازم ہے۔ کیونکہ ذاتِ خدا تعالیٰ خود تو بندوں کے سامنے آ نہیں سکتی کیونکہ وہ جسم

معصومات سے پاکیزہ ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر زمانے میں موجود نہیں۔ تکمیل دین الٰہی کے بعد ضرورت نبوت ختم ہو چکی ہے۔ لہذا ہر زمانے میں ایسی شخصیت کی ضرورت ہے۔ جو حکم الٰہی کے مطابق نبی آخر کے لائے ہوئے دین کامل کو لوگوں پر واضح کر سکے۔ جس کا تعلق براہ راست ذات احدیت سے ہو۔ جو وہی منشاء قانون الٰہی بیان کرے جو منشاء رب العالمین ہو۔ ایسے شخص کا ہر زمانے میں موجود ہونا لازمی اور لابدی ہے۔ عام علماء اس کے مصداق قرار نہیں دئے جا سکتے۔ کیونکہ عام انسان حرص و ہوس کے پتلے ہیں۔ ہر ایک میں خواہشات نفسانی موجود ہیں۔ اگر عام علماء زمانہ ہی اس کے مصداق ہوتے تو آج مسلمان بھی ٹکڑے ٹکڑے آپ کو نظر نہ آتے۔ بلکہ ایک ہی فرقہ ہوتا۔ لہذا اس کا مصداق ایسی ہی شخصیت ہو سکتی ہے جس کا ہر امر میں ذات خالق سے تعلق ہو اور جو ایسا کوئی منشاء قانون الٰہی بیان نہ کر سکے۔ جو منشاء شارع قانون کے خلاف ہو۔ تمام حاضرہ امور دنیا کے متعلق حکم الٰہی کے مطابق ہی حکم دیتا ہو۔ اور ہر امر کے لئے رب العالمین سے حکم لے سکتا ہو۔ بلکہ ہر سال کے جملہ امور کے لئے [illegible] احکام الٰہی پہنچ جاتے ہوں۔ آیت قرآن:-

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ
(پارہ ۳۰ - القدر)

(یعنی شب قدر میں) اپنے پروردگار کے حکم سے ملائکہ اور پاک روح ہر معاملہ کے نازل ہوتے ہیں۔

لہذا رسولؐ کے بعد امام زمانہ واجب الاطاعت ہے۔ اس لئے کہ جب کتاب ہدایت موجود ہے۔ تو اس کے ساتھ ہدایت دینے والے کا وجود بھی ضروری ہے۔ قول خدا تعالیٰ وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب۔ اس پر شاہد ہے کہ ذریت ابراہیمؑ میں نبوت اور کتاب دونوں رکھ دی گئیں۔

نبوت بموجب آیت وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ ختم ہو چکی ہے۔ لیکن کتاب ختم نہیں ہوئی۔ لہذا اس کے وارث بھی موجود ہیں۔ جو مصطفےٰ ہیں۔

کما قولہ تعالیٰ۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔

امام نور ہے۔ جس کی روشنی میں منشاء ربانی صحیح طور سے سمجھا جا سکتا ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری ہے:۔

فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَالنُّورِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا (پارہ ۲۸ سورۃ التغابن) | یعنی پھر اللہ پر اور اس کے رسولؐ اور اُس نور پر جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ ایمان لاؤ۔

نور سے کتاب اللہ مراد نہیں لی جا سکتی کیونکہ کتاب ہدایت ہے اور امام نور ہے۔ جیسا کہ خود خالقِ انسان نے فرمایا:۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ (پارہ ۶ ع ۶) | یعنی بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور مجسّم اور ایک کتاب روشن آئی۔

مندرجہ بالا دونوں آیات پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رسولؐ علیحدہ ہے۔ کتاب علیحدہ ہے۔ اور نورؑ علیحدہ۔ اور اسی نور ہی کی روشنی میں کتاب اللہ سے ہدایت حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور اس نور پر ایمان لانے کا حکم بھی موجود ہے۔ لہٰذا خدائے تعالےٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ اس نور کی پیروی کرنا بھی موجب احکامِ الٰہی لازمی ہے۔ چونکہ قرآن ہر زمانے میں امامِ وقت کی پیروی کا خداوند حاکم الحاکمین کی طرف سے ہر انسان کو حکم ہے اور اس امر کی تائید آیتِ مجیدہ "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اللّٰہ و اولی الامر منکم" سے بھی ہوتی ہے۔ حیرت ہے کہ خداوند عالم اُس وقت کسی شخصیت کی پیروی کا حکم دے جبکہ وہ شخصیت موجود ہی نہ ہو۔ ایسا خیال بھی خداوند تعالےٰ کی شانِ خدائی کے سراسر خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ اولی الامر کا وجود ہر زمانے میں لازم ہے۔ اور وہ ہر زمانے میں موجود ہوتا ہے۔

وارشادِ باری ہے۔ کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ یہ حکم بھی ہر زمانے کے لئے ہے۔ اور صادقِ حقیقی وہ ہے۔ جس نے کبھی ایک جھوٹ بھی نہ بولا ہو۔ جس نے اپنی زندگی میں کبھی ایک بار بھی قولاً یا فعلاً جھوٹ اختیار کیا وہ صدق کی حد سے باہر ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ صادق معصوم عن الخطا ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہر زمانے میں معصوم کا وجود ثابت ہے۔

لہٰذا ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بھی قیامت تک کے لئے ہر زمانے میں کم از کم ایک معصوم موجود ہوتا ہے۔ ورنہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کی پیروی کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور اولی الامر کی پیروی کا حکم محض اس لئے دیا گیا کہ وہ معصوم ہوتا ہے۔ بصورتِ دیگر اس کی پیروی سے گمراہی اختیار کرنے کا بھی اندیشہ پیدا ہو سکتا ہے۔

سلہ جو بھی آدمی اقرار کرے اپنے قول پر وہ صادق ہو سکتا ہے۔ مگر وہ صادقِ مطلق نہیں ہو سکتا۔

گر داعیانِ جمہوریت کہتے ہیں۔ کہ پبلک اسے منتخب کرے گی تو پھر وہ شخصیت بنے گی۔ مثلاً ایک امیر کی موت واقع ہو جانے کے بعد جب تک جمہور اپنا دوسرا امیر منتخب نہ کریں تب تک کوئی امیر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا وہ زمانہ بغیر امام کے رہا۔ موجودہ وقت کے مطابق انتخاب اولی الامر اُمت کے لئے کئی سال درکار ہیں۔ کیونکہ اُمتِ محمدیہ دنیا میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس انتخاب کے لئے محض ووٹنگ تو درکنار۔ چھپے چھپے انتظامات کے لئے ہی بہت وقت درکار ہے۔ اس دوران میں ہزارہا اموات واقع ہو جائیں گی۔ کئی گمراہ ہو سکتے ہیں۔ کئی غلط راستہ اختیار کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اس طریقہ کے مطابق اس تمام وقت میں زمانہ بغیر امام کے ماننا پڑے گا۔ جو کہ قولِ خدا تعالےٰ کے خلاف ہے۔ قرآن کی رُو سے کوئی زمانہ ایسا نہیں جو کہ بغیر امام کے ہو۔ ارشاد ہے:۔

يوم ندعوا كل اناس بامامهم (بنی اسرائیل ۷۱)	یعنی جس دن ہم ہر زمانہ کے لوگوں کو اُن کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

جائے پہلی خلافتوں کو اور ان کے بعد کی خلافتوں کو بھی اگر امامتِ اُمت ہی تصور کر لیا جائے تو ان کو ختم ہوئے سینکڑوں سال ہو چکے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر آئندہ زمانہ میں بھی مسلمان کسی امامت کے ماتحت ہیں۔ خداوند عالمین تو تمام انسانوں کو اُن کے امام زمانہ کے ساتھ بلائے گا۔ آپ اس زمانہ کے لوگ کس امام وقت کے ساتھ جائیں گے جبکہ سمجھا یہ جا رہا ہے کہ اس وقت امام زمانہ کوئی نہیں۔ اس ضمن میں واضح رہے کہ قرآن علیحدہ چیز ہے اور امام زمانہ علیحدہ۔ قرآن قانونِ قدرت ہے اور امام اس قانون کا محافظ اس کو نافذ کرنے والا اور اس پر خلقِ خدا تعالےٰ کو چلانے والا۔ آج مسلمان اگر اس نظامِ اسلامی اور قرآنی اصولوں کو متفقہ طور پر قبول کرتے ہیں تو آج ضروری ہو جاتا ہے۔ کہ خداوند عالمین امامتِ وقت کو تمام پر ظاہر فرما دیوے۔ متفقہ طور پر تسلیم کرنا اس لئے کہ جمیع اُمت کے تسلیم کر لینے سے اتمامِ حجت ہو جاتی ہے۔ اور کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔ اور تمام فرقے جمیع اُمت میں شامل ہیں۔ جو کوئی بھی واحدانیت خداوند تعالےٰ اور رسالت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کرتا ہے[1]۔ اگر کسی بھی فرقے نے یہ امر تسلیم نہ کیا۔ تو اتفاق نہ ہوگا۔ لہٰذا متفقہ طور پر دلی اعتقاد اگر بنا لیا جائے کہ واقعی تعیینِ امام ہمارے اختیار

[1] حاشیہ اگلے صفحے کے نیچے ملاحظہ فرمائیں۔

سے باہر ہے۔ اور یہ حاکمِ حقیقی ہی کے اختیار میں ہے۔ تو خداوند خالقِ ارض و سماء کا امامِ وقت کو ظاہر کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ تاکہ اتمامِ حجت ہو جائے۔ کہہ سکتے ہیں کہ خداوند جب تمام مسلمانوں نے مان لیا۔ تو ظاہر کیوں نہیں فرماتا۔ اور اگر آپ یہی کہے جائیں گے کہ "ہمارا اختیار ہے۔ ہم جمہور جسے چاہیں اپنا امیر بنائیں" ۔ تو اصولاً آپ کو یہ کہنے کا بھی حق حاصل نہیں کہ "امامِ زمانہ کہاں ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اُسے ظاہر کیوں نہیں کرتا" آپ شوق سے اپنے خیال کے مطابق کسی کو امام مقرر کر دیجئے۔ آپ خود اپنے خیال اور اس کے بُرے نتائج جو روزانہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ ان کے ذمہ دار ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:۔

فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا۔ (پ ۵ سورۃ النساء)

یعنی پھر اس وقت کیا حالت ہوگی جب ان پر ان کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کے سبب کوئی مصیبت پڑے گی تو وہ تمہارے پاس خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے آئیں گے کہ ہمارا ارادہ تو سوائے نیکی اور اتفاق کرنے کے اور کچھ نہ تھا۔

حاشیہ صفحہ ۱۰۰ ؎ اعتراض :- متفقہ تسلیم کرنے کی شرط عقل کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ اس اصول کو ایک گروہ کے نہ تسلیم کرنے سے امام کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے گروہ یا تمام دنیا کیوں نقصان میں رہے۔

جواب :- اس کا جواب صفحہ ۹۸ پر آخری پیراگراف سے ظاہر ہے۔ متفقہ تسلیم کرنے کی شرط امام کے ظاہر ہونے کے لئے تحریر کی گئی ہے۔ نہ کہ کارِ امامت کی انجام دہی کے لئے۔ کارِ امامت میں پوشیدگی سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ چونکہ یہ ایک خدائی عہدہ ہے۔ لہٰذا جس کو یہ عہدہ تفویض ہو چکا ہو۔ اُس کے کام کی انجام دہی رُک نہیں سکتی۔ رسولؐ غارِ حرا میں جا کر پوشیدہ نماز پڑھتے تھے۔ اس وقت بھی وہ رسولؐ تھے بوقتِ ہجرت غار میں جا کر پوشیدہ ہوگئے۔ اس وقت بھی رسالت جاری تھی۔ شعب ابوطالبؑ میں جا کر نہاں رہے۔ رسالت میں فرق نہیں آیا۔ بعینہٖ نائبِ رسولؐ اگر پوشیدہ ہے تو اس کے عہدہ اور کام میں فرق نہیں۔ اس کا وجود ہی اتمامِ حجتِ خدا تعالیٰ اور قیامِ عالم کا باعث ہے۔ البتہ اُن کے ظاہر ہونے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں جو صفحہ ۹۸ کے آخری پیرا اور صفحہ ۹۹ کے شروع کے الفاظ سے ظاہر ہیں۔ تیسری کوئی صورت عقلی طور پر پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس ضمن میں صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹ بھی ملاحظہ ہو (مؤلف)

اگر اصولِ جمہوریت کو تسلیم کرتے ہیں تو یہ بُرائیاں بھی ایسے ہی جاری رہیں گی جیسا کہ موجودہ شب و روز دُنیا کے کونے کونے میں دیکھنے میں آ رہی ہیں۔ تا وقتیکہ خداوندِ عالمین اپنے امر کو ظاہر فرما دے

حتّٰی یاتی اللّٰہ بامرہٖ (پارہ ۱۰ التوبہ) | یہانتک کہ اللہ اپنے امر کو ظاہر کر دے۔

فی الحقیقت قرآن اور عقل کی روشنی میں مسلمانوں کے مرض کا واحد علاج امامت اور صرف امامت ہے۔ جب قرآنِ معظم نے اس کا صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے تو مسلمانوں کا بھٹکنا خود ان کا اپنا قصور ہے۔ وفاتِ جنابِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لے کر آج تک مسلمانوں کی تمام تاریخ کو دیکھئے۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں مقامات نظر سے گزر جاتے ہیں۔ جہاں کہ ان کے افعال بالکل غیر ذمہ دارانہ رہے۔ شہادتِ امام حسین علیہ السلام ہی کو لے لیجئے۔ کیا اس وقت مسلم اکثریت بھٹکی نہ ہوئی تھی۔ بہتر شہداء جو کربلا میں شہید کر دئے گئے یا واقعۂ شہادت سے پیشتر جو چند گرفتار کر کے جیلوں میں ٹھونس دیئے گئے ان کے علاوہ لاکھوں مسلمان کیا ہوئے۔ اس واقعہ سے علاوہ سینکڑوں جنگیں جو کفار سے نہیں بلکہ آپس میں مسلمانوں ہی میں بعد از رسولؐ سے لے کر آخری نام نہاد خلیفۃ المسلمین تک برپا رہیں اور پھر مسلمان جب عہدِ رسولؐ میں ایک ہی طریقے پر عامل تھے اور بعد میں بتدریج آج تک فرقہ فرقہ ہوتے رہے۔ یہ مسلمانوں کا بھٹکنا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہے کہ تمام خلافتوں کا قیام مسلمانوں کی طرف سے درست طریقے سے ہوا اور خلافتیں اپنا کام بالکل درست طور سے انجام دیتی رہیں۔ تو مسلمانوں میں جو ہنگامے ہوئے۔ وہ بھی نہ ہونے چاہئیں تھے۔ اور بموجب قرآن وعدہ خداوندی کے مطابق اسلام کو دیگر تمام ادیان پر غالب آ جانا چاہئے تھا۔ مگر یہ عیاں ہے کہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ دوسروں پر غالب آ جانا اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جبکہ دوسرے اس کے مغلوب ہو جائیں اب جبکہ تمام عالم میں مسلمانوں کی نسبت غیر مسلم مجموعی طور پر بہت زیادہ ہیں اور پھر مسلمان عموماً ہر جگہ کس مپرسی کی حالت میں ہیں۔ غیر اسلامی حکومتوں کے سامنے دستِ سوال دراز کر رہے ہیں۔ خوراک، مالی امداد اور ہتھیاروں کے لئے محتاج ہیں کیا اسی کو غلبۂ اسلام کہا جائے گا۔ مسلمان دنیا کی پہلی طاقت تو کجا وہ دنیا میں تیسرے یا چوتھے درجے کی طاقت میں بھی شمار نہیں۔ کبھی روس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ کبھی امریکہ اور برطانیہ کی پشت پناہی چاہتے ہیں

مختصر فہرست کتب امامیہ کتب خانہ لاہور

آثار حیدری تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام
قیمت ہے مجلد واثق عشر
شیعہ دینیات مصنفہ مولوی فرمان علی
ہر حصہ کامل سٹ ہر
نماز امامیہ مترجم مع اصول دین تعلیمات
عیدین وغیرہ - جدید ہر
دعائے نور مترجم رنگین عکسی ۱۲ر
لمعۃ الضیا - سوانح عمری امام رضا مجلد
تعلیم اطہر ۱۳ر تقریح الشیعہ ۱۲ر
اعجاز جعفری دو دام کوثری ہر
افسانہ عترت ہر جلوہ بخشی ہر
پیغام توحید ہر اصل الدین ۹ر
زاد مجتبیٰ اردو ترجمہ مودۃ القربےٰ ہر
مسح رجلین بجواب غسل رجلین ہر
واقع وہم ہر المتار الجحیم عہ
ابطال الاستدلال قیمت ہر
عقل و تہذیب اہلحدیث عہ
ریویو الفاروق ہر آل عمران ہر
اعجاز المسیح پر ریویو ہر
اظہار حق (صغیر حسن) قیمت عہ
فلسفہ شہادت قیمت ۶ر
شان عزا - (آغا نعمت اللہ جان مجتہد)
چہل حدیث - قیمت ایک روپیہ

رباعیات انیس ہر عاشور غم ۱۰ر
تہذیب ماتم ہر خلفائے ثلاثہ کا
ایمان ہر و دنت عثمان ہر دلچسپ مکالمہ
۸ر مواعظ حسنہ - شیخ عبدالعلی ہروی
الطہرانی قیمت للعہ مجلد عشر مجلد ہے
شیعہ کا خاصا عکسی رنگین ۱۰ر رنگین عہ
فلسفہ اسلام (آغا محمد سلطان مرزا) ہے
تحفۃ العوام کامل بلا جلد عہ مجلد للعہ
امامیہ بچوں کے لئے دینی کتب کا سلسلہ
مصنفہ علامہ مرزا یوسف حسین صاحب
قیمت ہر پنج کتب کامل سٹ ہر
شیعہ بچوں کی نماز (فرمان علی) ہر
فلک النجات کامل عہ مجلد ہے
صحیفہ کاملہ مجلد ۱-۱-۳
خزینۃ البکا ہر وسائل الشفاعۃ للعہ
مجالس خاتون جدید ہر دو حصہ کامل مجلد ہے
مصباح المجالس حصہ اول عہ حصہ دوم ہے
محافل و مجالس چہاردہ معصومین عہ
ذاکر ماتم المعروف بہ چہل مجلس عہ
نہج البلاغہ ہر حصہ مجلد ہے
(مترجم علامہ مفتی جعفر حسین صاحب)
سیپارہ اول (علامہ علی نقی صاحب)
تفسیر فصل الخطاب جلد ہے مجلد للعہ

وظائف الابرار کامل ہر مجلد ہے
سوانح رسول مقبول بلا جلد ہے مجلد للعہ
سید الاوصیا سوانح حضرت علی قیمت ہے
مجلد للعہ سید الصالحین سوانح امام حسن
قیمت دو روپے - ذبیح عظیم سوانح حضرت امام
حسین علیہ السلام قیمت عہ مجلد ہے
مناقب مرتضوی جدید ۸
آئینہ مذہب سنی دو روپے - آنسو
(مصنفہ مرزا محمد حسین) مجلد ۸ - ہماری
شہزادیاں مصنفہ محمود و قمرین مجلد ۸
نہج البلاغت مکمل قیمت للعہ از مولانا عبدالرزاق
ملیح آبادی ندوی - سید رئیس احمد جعفری ندوی
مولانا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل
تذلیل نور و زور الصیاوی مجلد عہ بارہ امام
مؤلفہ ترمذی ہر سیرت زینب مؤلفہ
ترمذی ہر سیرت رسول مؤلفہ ترمذی ۱۲ر
سیرت سجاد مؤلفہ ترمذی ۱۲ر
پیغام حسینی مؤلفہ ترمذی ۱۲ر
قرآنی افسانے مؤلفہ ترمذی عہ
شاہکار فطرت مجلد عہ
قرآن مجید مترجم مقبول احمد قسم خاص ۳۲ر
ضمیمہ قرآن مجید . . . . مجلد ۱۶ر

نوٹ :- ایک کارڈ لکھ کر فہرست کتب مفت طلب فرمادیں (۲) مصولڈاک بذمہ خریدار (۳) آرڈر دیتے وقت اخبار ہذا کا حوالہ ضرور دیں۔ پتہ صاف لکھیں۔

المشتہر :- **امامیہ کتب خانہ مغل حویلی موچی گیٹ لاہور**